منفرد اور مقتدی
کی نماز
اور قراءت کا حکم
مُرتّب
حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہم
تلمیذِ رشید
حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفۂ مجاز
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم
ناشر
تعمیرِ معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿پیش لفظ﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ...... اما بعد!

''قراءۃ خلف الامام'' کے مسئلہ پر ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے بقدرِ ضرورت اس کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ نمونہ کے طور پر حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''احسن الکلام فی القراءۃ خلف الامام'' کا مطالعہ کیجیے اور ہر گوشہ سے متعلق وافی شافی معلومات لیجیے۔

چونکہ عدیم الفرصت احباب کے لیے اتنی طویل کتب کا مطالعہ کارے دارد، اسی لیے بندہ نے عام فہم انداز میں نہایت اختصار سے ''قراءۃ خلف الامام'' کے مسئلہ سے متعلق ضروری باتوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، الحمدللہ آج اس کوشش کا نتیجہ احباب کے ہاتھوں میں ''منفرد اور مقتدی کی نماز اور قراءۃ کا حکم'' کے نام سے موجود ہے۔

اس رسالہ میں ایک مقدمہ اور تین ابواب ہیں، مقدمہ میں پانچ امور ہیں:

(۱) قراءۃ کا اطلاق فاتحہ پر بھی ہوتا ہے۔

(۲) احناف کے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک عدم قراءۃ کا تھا۔

(۳) حجیتِ مرسل۔

(۴) مسئلہ قراءۃ خلف الامام کا مختصر خلاصہ۔

(۵) ''فصاعداً'' کی زیادتی پر اعتراض و جواب۔

اور بابِ اول میں منفرد کی نماز کا طریقہ اور اس کے دلائل اور باب سوم میں فریق مخالف کے مستدلاتِ ضعیفہ کی فہرست ہے۔

اللہ جل جلالہٗ اپنے فضل سے قبول فرما کر امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور خصوصاً میرے لیے توشہ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین

(مولانا مفتی) احمد ممتاز

﴿مقدمۃ﴾

اس میں پانچ امور کی وضاحت ہے۔

(۱) لفظ ’’قراءۃ قرآن‘‘ فاتحہ اور ما زاد علی الفاتحہ دونوں کو شامل ہے۔

(۲) احناف کے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا صحیح مسلک۔

(۳) مراسیلِ صحابہ ومن بعدہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حکم۔

(۴) مسئلہ قراءۃ خلف الامام کا خلاصہ۔

(۵) ’’فصاعداً‘‘ کی زیادتی پر اعتراض وجواب۔

﴿امرِ اول کی تفصیل﴾

لفظِ ’’قراءۃ قرآن‘‘ فاتحہ اور ما زاد علی الفاتحہ دونوں کو شامل ہے

جن احادیثِ صحیحہ سے قراءۃ خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، ہمارے غیر مقلد دوست اُن سے اس طرح بہانہ کر کے جان چھڑاتے ہیں کہ ان میں قراءۃ کی ممانعت ہے اور ’’قراءۃ قرآن‘‘ فاتحہ کو نہیں کہا جاتا بلکہ ’’ما زاد‘‘ (فاتحہ کے علاوہ اور سورۃ وغیرہ) کو کہا جاتا ہے۔

قارئین کرام! یہ صرف ان کا دھوکہ ہے، حقیقت سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں کیونکہ درج ذیل احادیثِ صحیحہ وآثارِ صحیحہ سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ ’’قراءۃِ قرآن‘‘ کا اطلاق فاتحہ پر بھی ہوتا ہے۔

(۱) عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا صلوٰة الابقراءة. (مسلم ۱/ ۱۷۰، ط: قدیمی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بغیر قراءۃ کے نماز نہیں ہوتی‘‘۔

یہاں ’’قراءۃ‘‘ کا لفظ فاتحہ کو شامل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ہمارا دعویٰ ثابت، ورنہ مقتدی

کی نماز تمہارے ہاں بدوں سورۃ پڑھے کیسے صحیح ہوئی؟ جبکہ آپ ﷺ نے صحتِ نماز کے لیے قراءۃ کو ضروری فرمایا ہے۔

(۲) حدثنی أبوهريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال لی رسول الله ﷺ: أخرج فناد فی المدينة أنه لا صلوٰة الا بقرآن ولو بفاتحة الكتاب فما زاد.

(سنن أبی داؤد ۱۱۸/۱،ط:میر محمد)

آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ میں یہ اعلان کیجیے کہ بغیر قرآن پڑھے نماز صحیح نہیں ہوتی یعنی فاتحہ اور کچھ اور سورۃ پڑھے بغیر نماز صحیح نہیں۔

یہاں لفظِ ''قرآن'' کی تفسیر خود آپ ﷺ نے ''فاتحہ اور ما زاد'' سے فرمائی، جس سے معلوم ہوا کہ فاتحہ بھی قرآن ہے۔ غیر مقلد صاحبان بتائیں یہاں قرآن سے فاتحہ کو کس طرح نکالیں گے؟

(۳) عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال أمرنی رسول الله ﷺ أن أنادی أنه لا صلوة الا بقراء ة فاتحة الكتاب فما زاد. (سنن أبی داؤد ۱۱۸/۱،ط:میر محمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے حکم سے یہ اعلان کیا کہ قراءۃ کے بغیر نماز نہیں ہوتی یعنی فاتحہ اور اس سے کچھ زائد قرآن پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی، یہاں بھی ''قراءۃ'' کا اطلاق فاتحہ پر کیا جا رہا ہے۔

(٤) عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: كان رسول الله ﷺ اذا نهض من الركعة الثانية استفتح القراء ة بالحمدلله رب العلمين ولم يسكت. هكذا فی صحيح مسلم. (مشكوة ۷۸/۱،ط:قديمی)

آپ ﷺ جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو قراءۃ کو ''**الحمدلله رب العلمين**'' سے شروع کرتے اور سکتہ نہیں فرماتے۔

یہاں بھی لفظِ ''قراءۃ'' فاتحہ سے متعلق استعمال ہوا ہے۔

(۵) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : کان رسول اللہ ﷺ یسکت بین التکبیر وبین القراءۃ اسکاتۃ فقلت : بأبی أنت وأمی یا رسول اللہ! اسکاتک بین التکبیر وبین القراءۃ ما تقول...... الحدیث. متفق علیہ.

(مشکوۃ ۱/۷۷، ط: قدیمی)

یعنی آپ ﷺ تکبیر تحریم اور قراءۃ یعنی فاتحہ کے درمیان سکتہ فرماتے، اس حدیث میں دو مرتبہ لفظِ ''قراءۃ'' کا اطلاق فاتحہ پر کیا گیا ہے۔

(٦) عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنہ حفظ عن رسول اللہ ﷺ سکتتین سکتۃ اذا کبر وسکتۃ اذا فرغ من قراءۃ" غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" فصدقہ أبی بن کعب رواہ أبو داؤد و روی الترمذی و ابن ماجۃ والدارمی نحوہ. (مشکوۃ ۱/۷۸، ط: قدیمی)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے دو سکتے محفوظ کیے تھے ایک تکبیرِ تحریم کے بعد اور دوسرا فاتحہ کی قراءۃ سے فارغ ہوتے وقت۔
دیکھیے! یہاں بھی ''قراءۃ'' سے مراد سورۃ فاتحہ ہی ہے۔

(۷) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ ﷺ انصرف من صلوٰۃ جھر فیھا بالقراءۃ...... قال: فانتھی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ ﷺ فیما جھر فیہ بالقراءۃ...... الحدیث رواہ مالک و احمد و أبو داؤد والترمذی والنسائی وروی ابن ماجۃ نحوہ. (مشکوۃ ۱/۸۱، ط: قدیمی)

اس حدیث میں تین مرتبہ ''قراءۃ'' کا لفظ آیا ہے اور تینوں جگہ فاتحہ کو بھی شامل ہے، پہلی مرتبہ ہے کہ ''آپ ﷺ نے قراءۃ بلند آواز سے کی'' ظاہر ہے کہ یہ بلند آواز اور جہر فاتحہ سے شروع ہوتا ہے لہٰذا دونوں کو شامل ہوگا۔ دوسری مرتبہ ہے کہ ''لوگ قراءۃ سے رک گئے'' اور تیسری مرتبہ ہے کہ ''اس نماز میں رک گئے جس میں امام جہراً قراءۃ کرتا ہے'' ظاہر ہے کہ

امام فاتحہ سے جہر شروع کرتا ہے، لہٰذا لوگ بھی یہاں سے رک گئے ہوں گے۔

(۸) عن عائشة قالت : كان رسول الله ﷺ يستفتح الصلوة بالتكبير والقراء ة بالحمدلله رب العلمين......الحديث رواه مسلم.

(مشکوة ۱/۷۵،ط: قديمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نماز "تکبیر تحریم" سے شروع فرماتے اور قراءۃ الحمدلله رب العلمين سے۔ یہاں بھی قراءۃ سے مراد الحمدلله ہے۔

﴿اوکاڑوی روپڑی مناظرہ﴾

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک مناظرہ میں حافظ عبداللہ روپڑی غیر مقلد کہنے لگے: یہاں قراءۃ کا لفظ آیا ہے لیکن فاتحہ کو قراءۃ نہیں کہتے، میں نے کہا: کس کو قراءۃ کہتے ہیں؟ کہنے لگے باقی سورتوں کو قراءۃ کہتے ہیں، فاتحہ کو قراءۃ نہیں کہتے۔ (حضرت مولانا امین صاحب فرماتے ہیں) میں نے اس وقت سات احادیث پڑھیں (جن سے ثابت ہوا کہ فاتحہ کو بھی قراءۃ کہا جاتا ہے ان میں سے ایک حدیث یہ ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: **أخرج فناد في المدينة أنه لا صلوٰة الا بقرآن ولو بفاتحة الكتاب فما زاد.** (ابو داؤد ۱/۱۱۸، ط: میر محمد) کہ جاؤ مدینہ میں اعلان کردو کہ قرآن پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی (ہاں یہ بھی بتادینا کہ قرآن اور قراءۃ کیا ہے) فاتحہ اور کوئی اور سورۃ۔

حضور ﷺ کا فیصلہ : آپ ﷺ فاتحہ کو قرآن وقراءۃ فرمارہے ہیں اور مدینہ کی گلی گلی اعلان کروارہے ہیں لیکن غیر مقلد کہتا ہے کہ فاتحہ قراءۃ نہیں اور پاکستان کے شہر شہر اس کا اعلان کررہا ہے، اب ہم تو حضور ﷺ کی مانیں گے، غیر مقلد کی ہرگز نہیں مانیں گے۔

(حضرت مولانا فرماتے ہیں) میں نے روپڑی صاحب سے کہا کہ میں نے سات احادیث پڑھیں، آپ صرف ایک حدیث پڑھیں جس میں یہ ہو کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے بلکہ اس سے اگلی سورت قراءۃ ہے۔

چیلنج : میں نے کہا کہ اگر آپ حدیث پیش فرمادیں تو میں اس حدیث کے پہلے راوی سے لے کر آخرِ حدیث تک فی حرف سو روپے انعام دوں گا۔ روپڑی صاحب سے چار مرتبہ آمنا سامنا ہوا لیکن آج تک وہ یہ حدیث پیش نہ کر سکے، اب بھی اگر کسی دوست کے پاس ایسی روایت ہو تو لکھ کر انعام حاصل کر سکتا ہے، اس لیے جب بھی روپڑی صاحب ملتے ہیں تو مجھے یہی کہنا پڑتا ہے۔ ؎

مانا کہ تم حسین ہو پر دل کے سخی نہیں عاشق کے اِک سوال کو پورا نہ کر سکے

نام اہلِ حدیث ہے لیکن آج تک ایک حدیث کا مطالبہ بھی پورا نہ کر سکے۔

لطیفہ :

ایک غیر مقلد کہنے لگے کہ جی آپ ہر بات پر حدیث مانگتے ہیں؟ میں نے جواب دیا جب تمہارا نام اہلِ حدیث ہے تو مجھے حدیث ہی مانگنی پڑتی ہے۔

(۹) عن أبی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ : فی کل صلوٰۃ قراء ۃ قرآن أم الکتاب فما زاد. (ابن أبی شیبہ ۱/۳۹۷، ط:دار الفکر، بیروت)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہر نماز میں قراءۃ کرنا ضروری ہے، یعنی فاتحہ اور کوئی سورۃ۔

اس اثر میں بھی قراءۃِ قرآن کا اطلاق فاتحہ اور مازاد دونوں پر کیا گیا ہے۔

(۱۰) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : کنا نتحدث أنہ لا صلوٰۃ الا بقراء ۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد. (مصنف ابن أبی شیبہ ۱/۳۹۸، ط:دار الفکر، بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یہی کہتے تھے کہ قراءۃ یعنی فاتحہ اور ''مازاد''

کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور اثر میں بھی فاتحہ اور مازاد دونوں کو قراءۃ کہا گیا ہے۔

تلک عشرة كاملة.

﴿امرِ ثانی کی تفصیل﴾

احناف کے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور قراءۃ خلف الامام

حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ (المتوفی ۱۵۰ھ) حضرت امام ابو یوسف (المتوفی ۱۸۳ھ) اور حضرت امام محمد (المتوفی ۱۸۹ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ تینوں حضرات کی تحقیق اور مسلک ایک ہی ہے کہ ”امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے مطلقاً قائل نہ تھے، نہ جہری نمازوں میں اور نہ سری نمازوں میں“۔

قال محمد : لا قراءة خلف الإمام فيما جهر فيه ولا فيما لم يجهر بذلك جاءت عامة الآثار وهو قول أبي حنيفة. (موطا امام محمد ص ۹۶، ۹۷، ط: قدیمی)

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ موطا میں لکھتے ہیں: ”امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرنی چاہیے خواہ امام جہر سے قراءۃ کرتا ہو یا آہستہ، اسی پر عام آثار دلالت کرے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مسلک اور مذہب بھی یہی ہے“۔

امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَفِي مُوَطَّئِهِ بَعدَ أَن رَوَى فِي مَنعِ القِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ مَا رُوِيَ .قَالَ : قَالَ مُحَمَّدٌ : لَا قِرَاءَةَ خَلفَ الإِمَامِ فِيمَا جَهَرَ وَفِيمَا لَم يَجهَر فِيهِ .بِذَلِكَ جَاءَت عَامَّةُ الأَخبَارِ وَهُوَ قَولُ أَبِي حَنِيفَةَ .**

(فتح القدير ۱/ ۳۵۰، ط: رشیدیه)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **والحق أن قوله كقولهما فقد قال في كتاب الآثار بعد ما أسند إلى علقمة بن قيس : إنه ما قرأ قط فيما يجهر به ولا فيما لا يجهر به، وبه نأخذ فلا نرى القراءة خلف الإمام في شيء من الصلاة**

یجهر فيه أو لا يجهر فيه ولا ينبغي أن يقرأ خلفه في شيء منها وذكر في موطئه نحو ذلك. (روح المعانی ۹/۱۵۲، ط:امدادیه، ملتان)

تنبیه : اس عبارت سے جہاں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب معلوم ہو گیا اس کے ساتھ ساتھ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی واضح ہو گیا کہ وہ بھی کسی نماز میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہ تھے۔ نیز ان کی ''کتاب الآثار'' صفحہ ۱۶ پر بھی یہی مضمون لکھا ہوا ہے کہ وہ کسی بھی نماز میں مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

جن لوگوں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ وہ سری نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے، وہ غلطی پر ہیں کیونکہ محقق ابن الہمام (المتوفی ۸۶۱ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: (جو لوگ امام محمد کا یہ مذہب نقل کرتے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ کو جائز اور مستحسن سمجھتے تھے وہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں) بلکہ حق یہ ہے کہ ان کا قول امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرح ممانعت کا ہے۔ (فتح الملہم ۳/۳۴۲، ط: دار العلوم کراچی)

قال العلامة الحصكفي رحمہ اللہ تعالیٰ: وَالمُؤتَمُّ لا يَقرَأُ مُطلَقًا وَلا الفَاتِحَةَ فِي السَّرِيَّةِ اتِّفَاقًا وَمَا نُسِبَ لِمُحَمَّدٍ ضَعِيفٌ كَمَا بَسَطَهُ الكَمَالُ.

قَولُهُ(كَمَا بَسَطَهُ الكَمَالُ) حَاصِلُهُ أَنَّ مُحَمَّدًا قَالَ فِي كِتَابِهِ الآثَارِ : لَا نَرَى القِرَاءَةَ خَلفَ الإِمَامِ فِي شَيءٍ مِن الصَّلَوَاتِ يَجهَرُ فِيهِ أَو يُسِرُّ وَدَعوَى الاحتِيَاطِ مَمنُوعَةٌ بَل الاحتِيَاطُ تَركُ القِرَاءَةِ لِأَنَّهُ العَمَلُ بِأَقوَى الدَّلِيلَينِ .

(الشامية ۲/۳۲۶،۳۲۷، ط:رشيديه)

علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف یہ نسبت کہ وہ امام کے پیچھے قراءۃ کو جائز قرار دیتے ہیں، ضعیف ہے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں تصریح کی ہے کہ ہم جہری اور سری کسی نماز میں امام کے پیچھے قراءۃ کے قائل نہیں

ہیں......ودعوی الاحتیاط ممنوعة بل الاحتیاط ترک القراءة لأنه العمل باقوی الدلیلین اھـ.(رد المحتار ۱/۳٦٦،ط : رشیدیة)

اور یہ دعویٰ کہ امام کے پیچھے قراءۃ کرنے میں احتیاط ہے تو یہ دعویٰ ممنوع ہے بلکہ احتیاط ترکِ قراءۃ میں ہے کیونکہ یہاں دو دلیلوں میں سے قوی تر دلیل پر عمل ہو رہا ہے۔

﴿امرِ ثالث کی تفصیل﴾

مراسیلِ صحابہ ومن بعدہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حکم

مراسیل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں تقریباً تمام علماءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ وہ حجت ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب : فقد ذكر ابن برهان في الوجيز أن مذهبه في المراسيل انه لا يجوز الاحتجاج بها، الامراسيل الصحابة ومراسيل سعيد. (مقدمه فتح الملهم ۱/۱۹،ط:دار العلوم کراچی)

مراسیل سے حجت صحیح نہیں ہے مگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراسیل حجت ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وقد قدمنا في الفصول : ان مرسل الصحابي حجة عند جميع العلماء.......(مسلم مع شرح النووی ۱/۸۸،ط:قدیمی)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مراسیل حجت ہیں۔ (شرح مسلم للنووی ۲/۲۸۴،ط:قدیمی)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں : ہمارے نزدیک اور دیگر علماءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابی کی مرسل حجت ہے۔(شرح مہذب ۴/۴۸۳،احسن الکلام ۱/۳۲۷)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وأما مراسيل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم

فحكمها حكم الموصول على المشهور الذى ذهب اليه الجمهور.

(مقدمه فتح الملهم ۱/۱۹، ط:دار العلوم کراچی)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اللّٰهم الا ان كان يسميه مرسلا ويجعله حجة كمراسيل الصحابة فهو قريب.(تدریب الراوی ۱/۱۰۳، ط:قدیمی)

مزید فرماتے ہیں:فمرسل الصحابى مقبول بالاجماع کہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرسل اجماعاً مقبول ہے۔(التوضیح ص:۴۶۸، ط:نول کشور، بحوالہ احسن الکلام ۱/ ۳۲۷)

علامہ نیموی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:مرسل صحابى وهو حجة عند الجمور.

(التعليق الحسن ۲۴۸، ط:رحمانيه)

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرسل حجت ہے۔

قاضی شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں : حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مراسیل، حدیثِ مسند کے حکم میں ہیں۔(نیل الاوطار ۱/۳۵۰، ط:داراحیاء التراث العربی)

نواب صاحب لکھتے ہیں :ومراسیلِ صحابہ حجت است۔

(دلیل الطالب ۳۸۰، بحوالہ احسن الکلام ۱/ ۳۲۸)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وكذلك مراسيل كبار التابعين اذا انضم اليها ما يؤكدها من عدالة رجال من أرسل منهم حديثه و شهرتهم واجتنابه رواية الضعفاء والمجهولين. (كتاب القراءة للبيهقى تحت رقم الحديث :۳۸۶، باب ذكر اخبار يحتج بها من زعم الخ)

اوراسی طرح (جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مراسیل حجت ہیں) کبار تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ مراسیل بھی حجت ہیں، جبکہ ان کے رواۃ (راویوں) میں عدالت اور شہرت موجود ہو اور کمزور اور مجہول کی روایت سے اجتناب وغیرہ کی صفات شامل ہوں۔

علامہ سیوطی ،علامہ قاسم بن قطلو بغا،محدث الجزائری اور علامہ عثمانی رحمہم اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:وقال ابن جرير: أجمع التابعون بأسرهم على قبول المرسل ولم يأت

عنهم انكاره ولا عن أحد من الأئمة بعدهم الى رأس المأتين قال ابن عبد البر: كأنه يعنى الشافعي أول من رده...... اهـ

(تدريب الراوى ۱/۱۰۴، ط:قديمى)(مقدمه فتح الملهم ۱/۹۰، ۹۱، ط:دار العلوم كراچى)

(منية الالمعى ۲۷، توجيه النظر ۲۴۵، بحواله احسن الكلام ۱/۱۴۶)

”امام ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تابعین سب کے سب اس امر پر متفق تھے کہ مرسل قابل احتجاج ہے، تابعین سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک ائمہ میں سے کسی نے مرسل کے قبول کرنے کا انکار نہیں کیا۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گویا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل سے احتجاج کا انکار کیا ہے“۔

مندرجہ بالا اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دوسری صدی کے آخر تک تابعین اور ائمہ دین میں سے کوئی بھی مرسل حدیث سے احتجاج کا منکر نہ تھا۔ تعجب ہے کہ فریقِ مخالف کے نزدیک یہ اجماع تو حجت نہیں لیکن دوسری صدی کے بعد کا نظریہ قابلِ قبول ہے۔

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں : وأما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثورى ومالك والأوزاعى حتى جاء الشافعى فكلم فيه. (الحطه فى ذكر الصحاح الستة ۱۰۶، بحواله احسن الكلام ۱/۱۴۷)

”مراسیل کے ساتھ گزشتہ زمانہ میں علماء احتجاج کیا کرتے تھے مثلاً سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ، پھر جب امام شافعی آئے تو انہوں نے مرسل کی حجیت میں کلام کیا“۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ومذهب مالك وأبى حنيفة وأحمد وأكثر الفقهاء أنه يحتج به ومذهب الشافعى أنه اذا انضم الى المرسل مايعضده احتج به وذلك بأن يروى ايضاً مسنداً أو مرسلاً من جهة أخرى أويعمل به بعض الصحابة أو أكثر العلماء. (مقدمه نووى بشرح مسلم ۱/۱۷، ط:قديمى)

"امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اکثر فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ مرسل قابل احتجاج ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مرسل کے ساتھ کوئی تقویت کی چیز مل جائے تو وہ حجت ہوگی مثلاً یہ کہ وہ مسنداً بھی مروی ہو یا دوسرے طریق سے وہ مرسل روایت کی گئی ہو یا بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اکثر علماءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر عمل کیا ہو"۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مرسل معتضد کے حجت ہونے کے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی قائل ہیں۔

﴿امرِ رابع کی تفصیل﴾

مسئلہ قراءۃ خلف الامام کا خلاصہ

اس میں اس وقت تین مذہب ہیں۔

مذہب اول : کسی بھی نماز میں خواہ وہ جہری ہو یا سری، امام کے پیچھے مقتدی پر فاتحہ وغیرہ پڑھنا واجب نہیں۔

یہ مذہب حضرات صحابہ کرام میں سے حضرات خلفائے راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوالدرداء اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔

اور تابعین میں سے حضرت سوید بن غفلہ، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، محمد بن سیرین، اسود بن یزید، علقمہ بن قیس اور حضرت ابراہیم نخعی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا زیادہ مشہور ہے، اور اتباع تابعین میں سے حضرت سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا زیادہ مشہور ہے۔

امام لیث بن سعد، عبداللہ بن وہب مشہور ائمہ میں شمار ہوتے ہیں ان کا مذہب بھی یہی

تھا۔احناف کے ائمہ ثلاثہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی یہی تھا، امام مالک، امام زہری، اسحاق بن راہویہ اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی یہی تھا۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: وَجُمْلَةُ ذٰلِکَ أَنَّ الْقِرَاءَةَ غَيْرُ وَاجِبَةٍ عَلَى الْمَأْمُومِ فِيمَا جَهَرَ بِهِ الإِمَامُ وَلَا فِيمَا أَسَرَّ بِهِ .نَصَّ عَلَيْهِ أَحْمَدُ فِي رِوَايَةِ الْجَمَاعَةِ .وَبِذٰلِکَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَمَالِکٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَإِسْحَاقُ.(المغنی باب مسالة من کان له امام فقراء ة الخ)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی اسی طرح منقول ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:ان کان مأموما ینصت الی قراء ة الامام و یفهمها .(غنیة الطالبین ۶۷۴،بحواله احسن الکلام ۹۳) کہ اگر اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہے تو اس کو امام کی قراءة کے لیے خاموش رہنا چاہیے اور اس کی قراءة کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دلائل : اس مذہب کے دلائل بابِ اول میں تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں۔

مذہب دوم : جہری نماز میں واجب نہیں اور سری میں واجب ہے۔

یہ مذہب جن حضرات نے اختیار کیا ہے ان میں حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور تابعین میں سے حضرت عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، نافع بن جبیر، حسن بصری، مجاہد، محمد بن کعب القرظی، ابو عالیہ ریاحی اور امام شعبی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام قابل ذکر ہیں۔

دلائل : اس مذہب کے دلائل تمام وہ روایات ہیں جن میں جہری نمازوں کا قصہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلجان ہوا، پوچھا کوئی میرے ساتھ پڑھتا ہے؟ بتایا گیا کہ جی ہاں! پڑھتا ہے، فرمایا: جب امام جہراً قراءة کرتا ہو تو تم اس کے ساتھ قراءة نہ کرو۔

مذہب سوم : ہر نماز میں خواہ جہری ہو یا سری، امام کے پیچھے مقتدی پر فاتحہ

پڑھنا واجب اور ضروری ہے، نہ پڑھے گا تو اس کی نماز بے کار، فاسد اور باطل ہوگی۔

یہ مذہب امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور غیر مقلدین کا ہے اور یہ مذہب اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے واجب الترک ہے۔

حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**ونقل ابن تیمیة الاجماع عنه (الامام أحمد) یدل علی أن وجوب القراءة فی الجهریة خلاف الاجماع أو لم یذهب الیه أحد من اهل الاسلام ......اهـ.** (فیض الباری ۲/۲۷۲، ط: رشیدیه) یعنی حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے اجماع نقل کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جہری نمازوں میں وجوبِ قراءۃ خلاف اجماع ہے یا اہلِ اسلام میں سے اس کا ایک شخص بھی قائل نہیں ہے۔

دلائل : اس مذہب کے مستدلات جو صحیح ہیں وہ صریح نہیں، کیونکہ ان میں مقتدی، فاتحہ اور امام کا ذکر نہیں بلکہ وہ انفرادی نماز سے متعلق ہیں اور جو صریح ہیں وہ سب کے سب ضعیف اور کمزور ہیں، بابِ سوم میں ان مستدلات ضعیفہ کی فہرست دی گئی ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

﴿امرِ خامس کی تفصیل﴾

”فصاعداً“ کی زیادتی پر اعتراض اور جواب

اعتراض نمبر ۱ : یہ ”معمر“ کا تفرد ہے لہٰذا یہ زیادتی قابلِ اعتبار نہیں۔

جواب نمبر ۱ : معمر نہایت ثقہ ہیں بلکہ ان کو تو **اثبت الناس فی الزهری** یعنی زہری سے روایت کرنے میں سب سے زیادہ مضبوط اور معتبر شخصیت قرار دیا گیا ہے اور یہ حدیث زہری ہی سے مروی ہے لہٰذا ان کا تفرد قابل قبول ہے۔ **لأن زیادة الثقة مقبولة** (ثقہ کی زیادتی قابل قبول ہوتی ہے)۔

جواب نمبر ۲ : معمر کا تفرد مسلم نہیں، کیونکہ یہ زیادتی دوسرے ثقہ راویوں سے

بھی مروی ہے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''فصل الخطاب'' میں ثابت کیا ہے کہ معمر کے علاوہ سفیان بن عیینہ کما فی سنن أبی داؤد عَن عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ یَبلُغُ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لاَ صَلاَةَ لِمَن لَم یَقرَأ بِفَاتِحَةِ الکِتَابِ فَصَاعِدًا . قَالَ سُفیَانُ لِمَن یُصَلِّی وَحدَهُ. (سنن ابو داؤد ۱/ ۱۱۹،ط:میر محمد)

اور امام اوزاعی، شعیب بن أبی حمزہ اور عبدالرحمٰن بن اسحاق المدنی کما فی معارف السنن : والاوزاعی وشعیب بن ابی حمزة عند البیهقی فی "کتاب القراء ة" من طریق احمد بن هارون المستملی...... وتابعه عبد الرحمٰن بن اسحاق عند البخاری فی "جزء ہ" وهو المدنی من رجال مسلم.

(معارف السنن ۳/ ۲۲۶،ط:مجلس الدعوة والتحقیق الاسلامی بنوری ٹاؤن)

نے ان کی متابعت کی ہے، لہٰذا اس زیادتی کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اعتراض نمبر ۲ : ''فصاعداً'' کی زیادتی سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ سورۃ فاتحہ سے زائد کا پڑھنا صرف مستحب ہے، کیونکہ امام سیبویہ نے ''الکتاب'' میں لکھا ہے کہ کلام عرب میں لفظِ "فصاعداً" ایجاب ما قبله وتخییر ما بعده یعنی پہلے والے کے وجوب اور بعد والے کے اختیار و استحباب کے لیے آتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کہے ''بعه بدرهم فصاعداً'' تو اس کا مطلب محاورہ کی رو سے ہوگا کہ ایک درہم میں بیچنا واجب ہے اور اس سے زیادہ میں اختیار ہے، لہٰذا اسی طرح حدیث میں بھی قراءۃِ فاتحہ فرض اور اس سے زیادہ مقدار مسنون یا مستحب ہوگی جبکہ احناف دونوں کو ضروری سمجھتے ہیں اور اس حدیث میں موجود ''فصاعداً'' کی زیادتی سے وجوب پر استدلال کرتے ہیں۔

جواب : ''فصاعداً'' محاوراتِ عرب میں سے ایک محاورہ ہے اور محاورات میں اصل یہ ہے کہ انہیں کسی قاعدہ میں منضبط نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ مکمل طور پر سماع پر موقوف ہوتے ہیں اور کسی ایسے اصول کے پابند نہیں ہوتے جو ہر قسم کے سیاقِ کلام میں عام ہو بلکہ

محاورات کا حکم مختلف اوقات میں بدلتا رہتا ہے چنانچہ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک محاورہ جملہ خبریہ میں ایک معنی دیتا ہے اور جملہ انشائیہ میں دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ سیاقِ اثبات میں اس کے ایک معنی ہوتے ہیں اور نفی میں دوسرے، یہی حال ''فصاعداً'' کا ہے۔

کلامِ عرب کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ ''**فصاعداً**'' کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے، ایک معنی اس کے بے شک " **ایجاب ما قبله وتخيير ما بعده**" کے بھی آئے ہیں، جیسے ''**بعه بدرهم فصاعداً**'' میں لیکن بعض اوقات اس کے بالکل برعکس یہ لفظ ''**ادخال ما بعده في حكم ما قبله** ''یعنی بعد والے کو پہلے والے کے حکم میں داخل کرنے کے لیے بھی آتا ہے، جیسے ''**مشيت ميلين فصاعداً**'' جس کا مطلب یہ ہے کہ میلین سے زیادہ بھی میلین کے حکم یعنی مَشیٔ میں داخل ہے، اس کے ایک معنی توزیع (**تقسيم الآحاد على الآحاد**) کے بھی آتے ہیں، جیسے ''**بعته بدرهم فصاعداً** ''جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس جنس کے بعض افراد ایک درہم میں فروخت کیے اور بعض افراد اس سے زائد میں۔ اور اسی قبیل سے ہے ''**قرأت كل يوم جزء اًمن القرآن فصاعداً** ''یعنی میں ہر دن ایک پارہ یا اس سے زیادہ پڑھتا، یعنی بعض دنوں میں تلاوت کی مقدار ایک پارہ تھی اور بعض میں پارہ سے زیادہ تھی۔

لہٰذا صرف ایک مثال پیش کر کے معترض صاحب کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ "**فصاعداً**" ہمیشہ ایک ہی معنی کے لیے آتا ہے، بلکہ جب "**فصاعداً**" میں یہ تینوں احتمال موجود ہیں تو "**لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً**" کو'' **بعه بدرهم فصاعداً**" پر نہیں بلکہ " **مشيت ميلين فصاعداً**" پر قیاس کیا جائے گا، اور لفظِ "**فصاعداً**" **ادخال ما بعده في حكم ما قبله** کے لیے ہوگا نہ کہ ایجاب اور تخییر کے لیے، جیسے کہ معترض سمجھتا ہے، بالخصوص جبکہ یہ حدیث جملہ خبریہ ہے (اور معترض کی بیان کردہ مثال جملہ انشائیہ ہے) اور ہماری بیان کردہ مثال بھی جملہ خبریہ ہے لہٰذا یہاں ''فصاعداً''، ''**ادخال ما**

بعده فی حکم ما قبله " کے معنی کے لیے ہوگا، نیز اس معنی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حدیث میں لفظِ "**فصاعداً**" ترکیب کے اعتبار سے "**فاتحة الکتاب**" سے حال واقع ہو رہا ہے اور تقدیری عبارت اس طرح ہے "**لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب حال کونها صاعدة الی سورة غیرها**" اور یہ بات طے شدہ ہے کہ حال ذوالحال کے لیے قید ہوا کرتا ہے اور دوسری طرف یہ قاعدہ بھی مسلم ہے کہ جب کسی مقید پر نفی داخل ہو تو وہ صرف قید کی نفی ہوتی ہے یا قید اور مقید دونوں کے مجموعہ کی، صرف مقید بدوں قید کی نفی کسی حال میں نہیں ہوتی، لہٰذا جب "**فصاعداً**" **فاتحة الکتاب** کے لیے قید بنا اور اس پر "**لم یقرأ**" کی نفی داخل ہوئی تو یہ نفی یا تو صرف "**فصاعداً**" کی ہوگی یا فاتحہ اور "**فصاعداً**" دونوں کی، صرف فاتحہ کی نفی کسی صورت نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ صرف مقید بدوں قید ہے۔

الحاصل : ترکیبی لحاظ سے حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ نماز کا فساد یا تو صرف ضمِ سورۃ کے چھوڑنے پر لازم آئے یا فاتحہ اور ضم سورۃ دونوں کے بیک وقت چھوڑنے پر، صرف فاتحہ کے چھوڑنے پر فسادِ صلوٰۃ کا کوئی سوال ہی نہیں۔

خلاصه : اگر معترض اس حدیث کی وجہ سے مقتدی پر فاتحہ واجب کرتا ہے تو "**فصاعداً**" کی زیادتی فاتحہ کے علاوہ سورۃ کو بھی واجب کر رہی ہے لہٰذا یا تو معترض کو یہ کہنا پڑے گا کہ مقتدی پر فاتحہ کی طرح سورۃ پڑھنا بھی واجب ہے یا ہماری طرح حقیقت کو مان کر یہ کہنا پڑے گا کہ اس حدیث کا تعلق منفرد سے ہے مقتدی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

آپ ﷺ کے بلا واسطہ شاگرد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے : **من صلی رکعة لم یقرأ فیها بأم القرآن فلم یصل الاوراء الامام**. (ترمذی ۱/۷۱، ط: ایچ ایم سعید)

کہ جس نے کوئی رکعت پڑھی جس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ارشاد کی بنیاد پر فرمایا ہے: **هذا رجل من اصحاب النبی ﷺ تأوّل قول النبی ﷺ "لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" أن هذا اذا كان وحده۔** (ترمذی ۱/۷۱، ط: سعید) کہ دیکھو یہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں، آپ اس حدیث کا یہی مطلب بیان فرماتے ہیں کہ جب کوئی تنہا نماز پڑھے گا تو اس کی نماز فاتحہ کے بغیر نہ ہوگی۔ اور حدیث کا تعلق منفرد سے ہی ہے۔

فائدہ: **"لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" قرأ يقرأ** (کا باب) عموماً بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے، **"قرأت الكتاب"** کہا جاتا ہے نہ کہ **"قرأت بالكتاب"**۔ لیکن اس حدیث میں بواسطہ "ب" متعدی کیا گیا ہے جس کی وجہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے "فصل الخطاب" میں یوں بیان فرمائی ہے کہ "جو افعال بلا واسطہ متعدی ہوتے ہیں ان کو کبھی کبھار "ب" کے واسطے سے بھی متعدی کیا جاتا ہے لیکن دونوں صورتوں میں معنی کا فرق ہوتا ہے چنانچہ جب "ب" کا واسطہ نہیں ہوتا تو معنی ہوتا ہے کہ مفعول بہ کل مفعول ہے اس کے ساتھ مفعولیت میں کوئی اور شریک نہیں، اور جب "ب" کا واسطہ ہوتا ہے تو معنی ہوتا ہے کہ مفعول بہ بعض مفعول ہے اور مفعولیت میں کوئی اور بھی اس کے ساتھ شریک ہے لہٰذا **"قرأ عليهم سورة الرحمن"** (ترمذی ۲/۱۶۴، ط: سعید) کا مطلب ہوگا کہ صرف سورۃ رحمٰن پڑھی اس کے ساتھ اور کچھ نہیں پڑھا، کل مقرو سورۃ رحمٰن ہے اور **"يقرأ بالطور"** اور **"قرأ في المغرب بالطور"** (بخاری ۱/۱۰۵، ط: قدیمی) کا مطلب یہ ہوگا کہ سورۃ طور تنہا نہیں پڑھی بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھا یعنی سورۃ فاتحہ لہٰذا اس حدیث میں فاتحۃ الکتاب پر "باء" داخل کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نماز میں صرف سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھا جائے گا یعنی ضمِّ سورۃ کرنا ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قاعدہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب بدائع الفوائد میں مذکور ہے۔

قال الامام ابن القيم رحمه الله تعالىٰ : فصل و مما يتعلق بهذا قولهم : "قرأت الكتاب واللوح" ونحوها مما يتعدى بنفسه. وأما قرأت بأم القرآن وقرأت بسورة كذا كقوله لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب رواه البخارى ومسلم ففيه نكتة بديعة قل من يتفطن لها وهى أن الفعل إذا عدى بنفسه فقلت قرأت سورة كذا اقتضى اقتصارك عليها لتخصيصها بالذكر وأما إذا عدى بالباء فمعناه لا صلاة لمن لم يأت بهذه السورة فى قراء ته أو فى صلاته أى فى جملة ما يقرأ به وهى لا يعطى الإقتصار عليها بل يشعر بقرائة غيرها معها وتأمل قوله فى الحديث كان يقرأ فى الفجر بالستين إلى المائة كيف تجد المعنى أنه يقرأ فيما يقرأ به بعد الفاتحة بهذا العدد وكذلك قوله "قرأ بالأعراف" إنما هى بعد الفاتحة وكذلك قرأ بسورة ق ونحو هذا وتأمل كيف لم يأت بالباقى قوله قرأسورة النجم فسجد وسجد معه المسلمون والمشركون رواه البخارى ومسلم وأبو داود والنسائى فقال قرأ سورة النجم ولم يقل بها لأنه لم يكن فى صلاة فقرأها وحدها وكذلك قوله قرأ على الجن سورة الرحمن حسن لغيره ولم يقل بسورة الرحمن .

وكذلك قرأ على أبى سورة لم يكن رواه البخارى ومسلم والترمذى ولم يقل بسورة ولم تأت الباء إلا فى قراء ة فى الصلاة كما ذكرت لك وإن شئت قلت هو مضمن معنى صلى بسورة كذا وقام بسورة كذا وعلى هذا فيصح هذا الإطلاق وإن أتى بها وحدها وهذا أحسن من الأول وعلى هذا فلا يقال قرأ بسورة كذا إذا قرأها خارج الصلاة وألفاظ الحديث تتنزل على هذا فتدبرها. (بدائع الفوائد ۳۸۱ تا ۳۸۲،ط:دار ابن حزم)

﴿باب اول﴾

نماز پڑھنے کے دو ہی طریقے ہیں اور قرآن پاک کی دو آیتوں اور احادیثِ کثیرہ نے دونوں کا فیصلہ کر دیا۔ "فاقرأوا ما تیسر من القرآن" نے اکیلے نمازی کا حکم بتلایا اور "واذاقرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون" نے باجماعت نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا۔

باجماعت نماز پڑھنے کا طریقہ اور اس کے دلائل

باجماعت نماز کا طریقہ یہ ہے کہ امام کے ذمہ سورۃ فاتحہ اور اس سے زائد قرآن پڑھنا ضروری ہے جبکہ مقتدی کے ذمہ انصات اور خاموش رہنا ضروری اور واجب ہے۔

دلیل نمبر ۱

﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون﴾[الاعراف :۲۰۴]

ترجمہ: اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

جمہور اہلِ اسلام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں باجماعت نماز کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ جب امام قراءۃ کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رہیں اور خود خاموش رہیں۔

کیا اس آیت میں لفظِ قرآن سورۃ فاتحہ کو شامل ہے؟

جی ہاں! شامل ہے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "فان قوله واذا قرئ القرآن یتناولها ولایتناول غیرها اظهر لفظاً و معناً".

(فتح الملہم ۳/ ۳۴۵، ط: دارالعلوم کراچی)

یعنی ﴿واذا قرئ القرآن﴾ کی آیت جس طرح اپنی لفظی اور معنوی حیثیت سے سورۃ

فاتحہ کو شامل ہے اس طرح وہ قرآن کریم کی کسی دوسری سورۃ کو شامل نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ (جن کی علمیت، ذہانت اور تحقیق پر فریق مخالف کا بھی اعتماد ہے) ان کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں ''القرآن'' کا پہلا اور اوّلین مصداق سورۃ فاتحہ ہے، اور جس طرح اس آیت نے قرآن کریم کی دوسری ایک سو تیرہ سورتوں کا حکم بتا دیا ہے اسی طرح سورہ فاتحہ کا حکم بھی بتا دیا ہے کہ امام تو اس کی قراءۃ کرے گا لیکن مقتدی بجائے قراءۃ کے خاموش رہ کر اس کی طرف کان لگا کر انصات اور استماع کے حکم پر عمل کریں گے۔

کیا یہ آیت باجماعت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

جی ہاں، احادیث مرفوعہ حکمیہ اور احادیث مرفوعہ حقیقیہ سے ثابت ہے کہ یہ آیت نماز باجماعت سے متعلق اتری ہے۔

احادیثِ مرفوعہ حکمیہ :

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وہ اقوال جن کا مدار عقل پر نہ ہو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتے ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: **ان تفسير الصحابى الذى شهد الوحى والتنزيل عند الشيخين حديث مسند.** (مستدرک ٢/٢٦٣، ط: دار المعرفة، بيروت)

کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابی کی تفسیر مسند اور مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: کہ اکثر علماء کے نزدیک صحابی کی تفسیر مرفوع کے حکم میں ہے (البدایہ والنہایہ ٣/٦١٩، ط: حقانیہ)

علّامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: **تفسير الصحابى مرفوع.**

(تدریب الراوی ١/١٠٠، ط: قدیمی)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: وکذاحکم اقوالھم فی التفسیر فانھااصوب من اقوال من بعدھم وقدذھب بعض اھل العلم الی ان تفسیرھم فی حکم المرفوع.

(الجنه فی الاسوة الحسنة بالسنة ص ۹۶ احسن الکلام ۱۲۱)

یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تفسیر بعد کے آنے والے مفسرین سے بہت زیادہ صحیح اور صواب ہے حتی کہ بعض (بلکہ اکثر) علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

تفسیر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

یسیر بن جابر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صلی ابن مسعود فسمع اناساً یّقرؤون مع الامام فلما انصرف قال اما آن لکم أن تفهموا أما آن لکم أن تعقلوا ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ کما امرکم اللہ تعالی.

(تفسیر ابن جریر ۲۰۲/۶،ط:دار ابن حزم،بیروت)

''کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قراءۃ کرتے سنا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:''کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھ اور عقل سے کام لو اور جب قرآن کریم کی قرأۃ ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے تمہیں حکم دیا ہے''۔

توثیق: اس روایت کی سند صحیح ہے اور سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

(والتفصیل فی احسن الکلام ص:۱۲۵)

تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما :

عن ابن عباس فی قوله : وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا یعنی

فی الصلاة المفروضة.

(کتاب القراء ۃ للبیهقی ،رقم الحدیث : ۲۲۲ باب ذکر ما یؤثر عن اصحاب النبی الخ)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ﴿واذا قرئ القرآن﴾ الآیة فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

توثیق: یہ روایت بھی صحیح اور معتبر ہے۔(والتفصیل فی احسن الکلام ص:۱۲۹)

تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تفسیر :

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں: **ھکذا تفسیر التابعی حجة**۔(الجنہ ص ۹۶، بحوالہ احسن الکلام میں) یعنی صحابی کی طرح تابعی کی تفسیر بھی حجت ہے۔

مشہور اور جلیل القدر تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تفاسیر:

حضرت مجاہد، حضرت سعید بن المسیب ، حضرت حسن بصری، حضرت ابو العالیہ الریاحی، حضرت امام زہری، حضرت عبید بن عمیر، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ سب حضرات یہی فرماتے ہیں کہ یہ آیت باجماعت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب امام قراءۃ کرے تو مقتدی کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور خاموش رہنا چاہیے۔مقتدی کے لیے امام کے ساتھ ساتھ پڑھنا جائز نہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۸۷، ط: قدیمی، کتاب القراءۃ للبیهقی باب ذکر مایؤثر عن اصحاب النبی الخ، المغنی لابن قدامہ مسألۃ المأموم اذا سمع قراءۃ الخ)

دلیل نمبر۲: حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول الله انما جعل الا مام لِیُؤتَمَّ به فاذا کبر فکبروا واذاقرأ فأنصتوا. (سنن نسائی ص۱۴۶، ط: قدیمی)

"حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ امام کو

اس لیے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی اتباع کی جائے پس جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو (نہ جہراً پڑھو نہ سراً)

طرزِ استدلال: اس حدیث میں ''قرأ'' فرما کر بتادیا گیا کہ قراءۃ مطلقاً امام کے ذمہ ہے اور مقتدی کا وظیفہ صرف انصات اور خاموشی ہے۔

حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مرفوع حدیث پر ''**باب تاویل قوله عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون**'' قائم کر کے بتادیا کہ اس حدیث نے قرآن کریم کی اس آیت کا معنی بتادیا کہ یہ باجماعت نماز کے بارے میں ہے کہ امام قراءۃ کرے اور مقتدی خاموش رہے۔

توثیق: **قال الامام مسلم : هذا صحيح عندی** (مسلم ۱/۱۷۴، ط: قدیمی)
امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابوہریرہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۳: حدیثِ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قال ابو موسى ان رسول الله ﷺ خطبنا فبيّن لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فأنصتوا واذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين .الحديث. (مسلم ۱/۱۷۴، ط: قدیمی)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی، اور نماز (باجماعت) کا طریقہ بتلایا، اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** کہے تو تم آمین کہو۔

طرزِ استدلال: اس حدیث میں صراحۃً امام، مقتدی اور فاتحہ کا ذکر ہے لہٰذا یہ بلاشبہ باجماعت نماز سے متعلق وارد ہوئی ہے۔ پھر امام اور مقتدی کے جدا جدا وظیفے اور مشترک وظیفے خود اس حدیث میں صراحۃً مذکور ہیں کہ تکبیر کہنا دونوں میں مشترک ہے اور قراء ۃ یعنی فاتحہ وغیرہ امام کا وظیفہ ہے اور خاموش رہنا مقتدی کا وظیفہ ہے اسی طرح **غیر المغضوب علیھم ولاالضالین** یعنی فاتحہ پڑھنا امام کا وظیفہ ہے اور مقتدی کا وظیفہ یہ ہے کہ خاموشی سے امام کی قراءۃ کی طرف متوجہ رہے اور امام کے **ولاالضالین** کے بعد آمین کہے۔

اگر مقتدی کے ذمہ سورۃ فاتحہ پڑھنا لازم ہوتا تو مقتدی کو حکم ہوتا کہ **اذا قرأ فاقرأوا ، اذا قال غیرا لمغضوب علیھم ولاالضالین فقولوا غیرا لمغضوب علیھم ولاالضالین.**

یعنی جب امام پڑھے تو مقتدی تم بھی ساتھ پڑھو اور جب امام **غیر المغضوب علیھم ولاالضالین** کہے تو تم بھی کہو، لیکن یوں نہیں فرمایا، لہٰذا معلوم ہوگیا کہ قراءۃ صرف امام کے ذمہ ہے اور انصات واستماع مقتدی کے ذمہ۔

توثیق: یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے جس کی تمام احادیث کی صحت فریقِ مخالف کے ہاں بھی مسلم ہے۔

دلیل نمبر ۴

عن ابن مسعود کانوا یقرأون خلف النبی ﷺ فقال خلطتم علیّ القرآن

(طحاوی ۱/۱۴۲، ط:رحمانیہ، الجوھر النقی ۲/۱۲۲، ط:ادارۃ تالیفات اشرفیہ)

عن عبد اللہ قال کنا نقرأ خلف رسول اللہ ﷺ فقال خلطتم علیّ القرآن. (احکام القرآن للجصاص ۳/۶۴، ط:قدیمی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ آپ ﷺ کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھ پر قرآن مجید کی قراءۃ خلط ملط کر دی ہے۔

طرزِ استدلال: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے قراءۃ کرنے والوں کی قراءۃ کو گوارا نہ فرمایا اور مخصوص لہجہ میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی۔

توثیق: علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: رواہ احمد وأبویعلی والبزار ورجال احمد رجال الصحیح. (مجمع الزوائد ۲/۲۸۳، ط: دار الفکر، بیروت)

کہ یہ روایت مسند احمد، مسند ابویعلی اور مسند بزار میں مروی ہے اور مسند احمد کی روایت کے جملہ راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

علامہ ماردینی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: هذا سند جيد کہ یہ عمدہ اور کھری سند ہے۔ (الجوہر النقی ۲/۱۶۲، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ)

دلیل نمبر ۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کل صلاة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج إلا صلاة خلف إمام.

(كتاب القراءة للبيهقي باب ذكر اخبار يحتج بها من زعم ......الخ)

کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز ناقص ہوتی ہے مگر ہاں وہ نماز اس سے مستثنیٰ ہے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

طرزِ استدلال: اس روایت میں "خلف امام" اور "ام الکتاب" کی قید خاص طور پر ملحوظ رکھنی چاہیے۔ نیز یہ بھی کہ آپ ﷺ نے تمام انفرادی نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی قراءۃ کو ضروری اور لازم قرار دیا ہے مگر ساتھ یہ بھی بتادیا کہ مقتدی کے لیے فاتحہ کی

قراءۃ کی مطلقاً گنجائش نہیں۔

توثیق: اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے۔(احسن الکلام ص ۲۹۷)

دلیل نمبر ۶

عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه دخل المسجد والنبی ﷺ راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فقال النبی ﷺ زادک الله حرصا ولاتعد.

(السنن الکبری ص ۲/ ۹۰ ،ط:ادارہ تالیفات اشرفیه)

عن ابی بکرۃ انه انتهی الی النبی ﷺ وهو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک للنبی ﷺ فقال زادک الله حرصا ولا تعد.

(بخاری ۱/ ۱۰۸ ،ط:قدیمی)

’’حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ رکوع میں چلے گئے تھے، چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ (تکبیرِ اول کہہ کر) رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے، آپ ﷺ نے (نماز سے فارغ ہو نے کے بعد) ارشاد فرمایا کہ اللہ جل جلالہ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے (لیکن آپ) پھر ایسا نہ کرنا‘‘۔

طرزِ استدلال: ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے رکوع میں شامل ہو گئے تھے، مع ہذا ان کی اس رکعت کو اور ان کی اس نماز کو آپ ﷺ نے مکمل اور صحیح سمجھا اور ان کو اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا۔

قارئین کرام: اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں ضروری اور رکن ہوتا تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ نماز کیسے صحیح ہوتی؟

توثیق: صحیح بخاری میں اس روایت کا آنا توثیق کے لیے کافی ہے۔

دلیل نمبر ۷: حضرت نبی اکرم ﷺ کی مرضِ موت کی نماز فاتحہ کے بغیر ہوئی تھی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں جس کا ضروری خلاصہ یہ ہے) مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کہ آپ ﷺ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ نے امامت سپرد کردی، تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں، حسبِ معمول حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز شروع کر چکے تھے۔ آپ ﷺ نے مرض میں کچھ تخفیف پائی تو دو آدمیوں کے سہارے سے تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ امامت کے فرائض سنبھال لیے، اور بیٹھ کر نماز پڑھانا شروع کی، چونکہ آپ ﷺ بیماری کی وجہ سے زیادہ بلند آواز سے بول نہیں سکتے تھے اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں تک آواز پہنچانے میں مکبر کا فریضہ انجام دیا، جب آپ ﷺ نے امامت کے فرائض سنبھال لیے تو نماز وہاں سے شروع کرائی جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **واخذ رسول اللہ ﷺ من القراءة من حيث كان بلغ ابوبكر.** (ابن ماجه ص: ۸۷، ط: قديمی)

واخذ النبی ﷺ من القراءة من حيث بلغ أبوبكر.

(مسند احمد ۱/۵۸۸، ط: دار احياء التراث العربی)

"آپ ﷺ نے وہیں سے قراءۃ شروع کی، جہاں تک ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قراءۃ کر چکے تھے"۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: **فاقترأ من المكان الذی بلغ ابوبكر من السورة.** (مسند احمد ۱/۳۴۴، ط: دار احياء التراث العربی، بيروت)

"پس آپ ﷺ نے سورت کے اس مقام سے قراءۃ شروع کی، جہاں تک کہ حضرت

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قراءۃ کر چکے تھے“۔

اور ایک روایت میں ہے: **فاستفتح النبی ﷺ من حیث انتھی ابوبکر من القرآن**. (السنن الکبری ۳/۸۱، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ)

”پس آپ ﷺ نے قرآن کے اس حصہ سے قراءۃ شروع کی، جس تک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قراءۃ کر چکے تھے“۔

طرزِ استدلال: چونکہ آپ ﷺ بیمار تھے جلدی جلدی چلنا آپ ﷺ کے لیے دشوار تھا، حتی کہ دو آدمیوں کے سہارے سے قدم مبارک زمین پر گھسیٹتے ہوئے آپ ﷺ مسجد میں پہنچے، اور نماز اس سے قبل شروع ہو چکی تھی، ظاہر ہے کہ ان حالات کے پیشِ نظر انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے پہنچنے سے قبل پوری فاتحہ پڑھ چکے ہوں گے یا اس کا اکثر حصہ تو ضرور پڑھ چکے ہوں گے، اس کے بعد آپ ﷺ نے چونکہ وہیں سے قراءۃ شروع فرمائی جہاں وہ چھوڑ چکے تھے لہٰذا یہ کہنا پڑے گا کہ اس نماز میں آپ ﷺ سے پوری سورۃ فاتحہ چھوٹ گئی تھی یا اس کا اکثر حصہ، مگر باوجود اس کے آپ ﷺ کی یہ مرض الموت کی آخری نماز ادا ہوگئی، اگر ہر رکعت میں امام کے پیچھے مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا لازم اور ضروری ہوتا تو آپ ﷺ کی یہ نماز ہرگز نہ ہوتی، حالانکہ یہ نماز بالکل صحیح تھی، پس آپ ﷺ کے اس آخری فعل اور عمل سے یہ حکم آشکارا ہوگیا کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب اور لازم نہیں۔

نیز یہ نماز ظہر کی تھی جس کا ذکر بخاری میں ہے اور خود غیر مقلد علامہ وحید الزمان نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ ظہر کی نماز تھی۔

علامہ وحید الزمان تیسیر الباری میں روایتِ مرض الموت کے بعد ”فائدہ“ کی علامت کے تحت لکھتے ہیں: ”امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ مرض موت میں آپ نے لوگوں کو بس یہی نماز پڑھائی وہ بھی بیٹھ کر، بعضوں نے گمان کیا یہ فجر کی نماز تھی کیونکہ دوسری روایت

میں ہے کہ آپ ﷺ نے وہیں سے قراءۃ شروع کی جہاں تک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے تھے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ ظہر کی نماز میں بھی آیت کا سننا ممکن ہے جیسے ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سری نماز میں بھی اس طرح سے تلاوت کرتے کہ ایک آدھ آیت ہم کو سنا دیتے یعنی پڑھتے پڑھتے ایک آدھ آیت ذرا ہلکی بلند آواز سے پڑھ دیتے کہ مقتدی اس کو سن لیتے''۔(تیسیر الباری شرح اردو صحیح بخاری ۱/ ۲۵۷، ط: تاج کمپنی لمیٹڈ)

لہٰذا اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قراءۃ فاتحہ وغیرہ مقتدی پر واجب اور ضروری نہیں بلکہ اس کا ترک کرنا ضروری ہے اور آپ ﷺ کا آخری عمل ہے جس سے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **انما یوخذ بالاخر فالاخر من فعل النبی** ﷺ (بخاری ۱/ ۹۶، ط: قدیمی) ''کہ آپ ﷺ کا جو آخری عمل ہوگا قابل عمل صرف وہی ہوگا''۔

توثیق: مسند امام احمد کی سند کے جملہ رواۃ باتفاق الائمہ ثقہ ہیں، تفصیل کے لیے تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال، تقریب التہذیب اور الجرح والتعدیل وغیرہ کتب ملاحظہ فرمائیں، جبکہ ابن ماجہ کی سند کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **اسنادہ حسن**۔(فتح الباری ۲/ ۲۲۲، ط: قدیمی)

دلیل نمبر ۸

عن جابر بن عبداللہ قال قال النبی ﷺ من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ. (آثار السنن ص ۱۰۵، ط: رحمانیہ، فتح الملہم ۳/ ۳۵۳، ط: دار العلوم کراچی)

عن جابر عن النبی ﷺ قال : کل من کان لہ امام فقراءتہ لہ قراءۃ.

(اعلاء السنن ۴/ ۷۰، ط: ادارۃ القرآن، تحقیق الکلام ص ۲/ ۱۴۸، ابکار المنن ص ۱۹۰، بحوالہ احسن الکلام ص ۳۱۹)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی نے امام کی اقتداء کی، تو امام کی قراءت مقتدی کو بس کافی ہے''۔

طرزِ استدلال: اس حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ جس نے امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں خواہ جہری ہو یا سری جب اقتداء کر لی تو اب اسے جدا اور الگ قراءۃ کرنے کی مطلقاً ضرورت نہیں، بلکہ امام کا پڑھنا گویا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

توثیق: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں اور باقی سب راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔ مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں: کہ بظاہر صحیح ہے کیونکہ موصول بھی ہے، اس کے تمام رواۃ بالاتفاق ثقہ بھی ہیں اور کوئی علتِ قادحہ بھی بظاہر اس میں نہیں پائی جاتی۔

(تحقیق الکلام ۲/ ۱۴۸ بحوالہ احسن الکلام ص ۳۲۰)

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد مسند احمد بن منیع کے طریق سے دو سندوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **والاسناد الاول صحیح علی شرط الشیخین و الثانی علی شرط مسلم اھ۔** (هداية السائل ص ۲۰۲ بحواله احسن الكلام ص ۳۲۰)

دلیل نمبر ۹

عن ابی الدرداء سمعه (كثير بن مرة) يقول سئل رسول الله ﷺ أفي كل صلوة قراء ة قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذه فالتفت الیّ وكنت اقرب القوم اليه فقال ما ارى الامام اذا ام القوم الاقد كفاهم. (نسائی ۱/ ۱۴۶، ط: قدیمی)

عن ابی الدرداء ان رجلا قال يا رسول الله فی الصلوة قرآن قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت قال وقا ل لی ابو الدرداء أرى ان الامام اذا ام القوم فقد كفاهم. (طحاوی ۱/ ۱۵۸، ط: حقانیه)

كثير بن مر ة الحضرمی قال سمعت أبالدرداء يقول سئل رسول الله ﷺ

أفی کل صلوة قراءة قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذه فقال لی رسول الله ﷺ وکنت اقرب القوم الیه ما اری الامام اذا ام القوم الا قد کفاهم.

(السنن الکبریٰ ۲/۱۶۲، ط:ادارۃ تالیفاتِ اشرفیه)

وعن ابی الدرداء قال : سأل رجل النبی ﷺ فقال : یا رسول الله افی کل صلوة قراءة؟ قال : نعم فقال رجل من القوم : وجب هذا؟ فقال النبی ﷺ ماری الامام اذا قرأ الا کان کافیا. (مجمع الزوائد ۲/۲۸۴، ط:دار الفکر، بیروت، دار قطنی ۱/۶۸۳، ۶۸۴، ط:دار المعرفة بیروت)

”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا، کیا ہر نماز میں قراءۃ ہے؟ فرمایا: ہاں، ایک انصاری نے کہا: پھر تو قراءۃ ضروری ہوگی؟ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں تمام اہل مجلس میں آپ ﷺ کے قریب تھا، آپ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قراءۃ مقتدیوں کو کافی ہے“۔

طرزِ استدلال: اس روایت میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ قراءۃ خلف الامام کا مسئلہ آپ ﷺ سے ہی پوچھا گیا تھا اور جواب بھی آپ ﷺ ہی نے ارشاد فرمایا تھا اور اس کی بھی تصریح کرتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کے قریب تھا لہٰذا مجھے خوب یاد ہے اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر نمازی جو مقتدی بن جائے کے لیے اس کے امام کی قراءۃ کافی ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری۔

توثیق: علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”**اسناده حسن**“ اس کی سند حسن اور اچھی ہے۔ (احسن الکلام ص ۳۵۷)

دلیل نمبر۱۰

عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم و نحن سجود فاسجدوا ولاتعدوها شيئا ومن ادرک رکعة فقد ادرک الصلوة. (مستدرک حاکم ۱/۲۷۳، ط: دار المعرفة، بيروت)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم ایسے وقت میں جماعت کی نماز میں شرکت کے لیے آؤ کہ ہم (یعنی امام ومقتدی) سجدہ میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو لیکن اس کو (رکعت وغیرہ) کچھ مت سمجھو اور جس نے رکوع میں امام کو پالیا سو اس نے نماز (یعنی وہی رکعت) پالی''۔

طرزِ استدلال: اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع پانے والے کو رکعت پانے والا قرار دیا ہے حالانکہ اس مقتدی نے سوائے تکبیر تحریم کے ایک لفظ بھی سورۃ فاتحہ کا نہیں پڑھا۔ اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی کے ذمہ لازم اور فرض ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی رکعت کو ہرگز مکمل اور صحیح نہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ باجماعت نماز میں مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا لازم اور ضروری نہیں۔

توثیق: قال الحاکم رحمہ اللہ تعالیٰ: **هذا حديث صحيح الاسناد.** یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ (مستدرک ۱/۲۷۳، ط: دار المعرفۃ)

دلیل نمبر۱۱: حضرت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل

عن عبدالرزاق اخبرنی موسی بن عقبه ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمرو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کانو اینهون عن القراء ة خلف الامام.

(مصنف عبدالرزاق ۲/۱۳۹، ط: ادارۃ القرآن، عمدۃ القاری ۴/۴۴۹، ط: دار الفکر، بیروت، اعلاء السنن ۴/۹۶، ط: ادارۃ القرآن)

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے بتایا کہ بے شک آپ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع کرتے تھے، اسی طرح امام عبدالرزاق اپنے مصنف میں دواؤد بن قیس سے اور وہ محمد بن عجلان سے روایت کرتے ہیں: **من قرأمع الامام فليس على الفطرة.**

(الجوهر النقی ۱۶۹/۲، ط:اداره تالیفات اشرفیه)

طرزِ استدلال: حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مقتدی کو امام کے پیچھے قراءۃ سے روکنا اور قراءۃ کرنے والے کو فطرت پر نہ ہونے کا فیصلہ دینا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ ان حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک مقتدی پر امام کے پیچھے قراءۃ کسی بھی نماز میں جائز نہیں، نہ سری میں اور نہ ہی جہری میں۔

توثیق: ان آثار کے جملہ راوی ثقہ ہیں۔ امام عبدالرزاق ثقہ اور حافظ تھے۔

(تقریب التہذیب ۵۹۹/۱، ط: دارالکتب العلمیہ، بیروت)

موسیٰ بن عقبہ: ثقہ اور فقیہ تھے (تقریب ۲۲۶/۲، ط: دارالکتب العلمیۃ) ثبت اور کثیر الحدیث تھے۔ (تہذیب التہذیب ۵۵۶/۵، ط: دارالمعرفۃ) حجت اور صغار تابعین میں تھے۔

(میزان الاعتدال ۱۹۶/۴، ط: دارالفکر، بیروت)

داود بن قیس: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو ثقہ اور حافظ کہتے ہیں، امام احمد، ابوزرعہ، نسائی، ابوحاتم، ابن سعد، ابن مدینی اور ساجی رحمہم اللہ تعالیٰ سب ان کو ثقہ کہتے ہیں، ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں، ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو ثقات میں لکھتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ۱۲۲/۲، ط: دارالمعرفہ)

محمد بن عجلان: امام ترمذی، سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ان کو ثقہ اور مامون فی الحدیث کہتے ہیں۔ (ترمذی ۲۳۵/۲، ط: سعید، فتح الملہم ۳۴۹/۳، ط: دارالعلوم کراچی)

علی بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو ثقات میں شمار کرتے

ہیں (سنن کبریٰ ۲/۴۰، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ) علامہ ذہبی ان کو الامام اور القدوۃ لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ۱/۱۵۶ بحوالہ احسن الکلام ص ۲۶۸)

دلیل نمبر ۱۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول وفعل

عن مالک عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان اذا سئل ھل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قراءۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ قال وکان عبد اللہ ابن عمر لایقرأ خلف الامام.

(موطا امام مالک ص ۵۱، ط: فاروقیہ، دارقطنی ۱/۱۵۴ بحوالہ احسن الکلام ۳۷۰)

''حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سوال کیا جاتا تھا کہ کیا امام کے پیچھے کوئی نمازی قراءۃ کر سکتا ہے؟ تو وہ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی آدمی امام کی اقتداء کر چکے تو اس کو امام کی قراءۃ ہی کافی ہے اور جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو اس کو قراءۃ کرنی چاہیے اور خود ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کیا کرتے تھے''۔

طرزِ استدلال: اس روایت سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ صاف طور پر معلوم ہوا کہ وہ بھی امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ وہ جہری ہو یا سری مقتدی کے لیے کسی قسم کی قراءۃ خواہ فاتحہ کی ہو یا دوسری سورۃ کی جائز نہیں سمجھتے تھے۔

توثیق: اس سند کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **اصح الاسانید** ہے۔ (احسن الکلام ص ۳۷۰)

دلیل نمبر ۱۳: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ

عن جابر قال من صلی رکعۃ و لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام. (موطا مالک ص ۴۹، ط: فاروقیہ، ترمذی ۱/۷۱، ط: سعید)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جس کسی نے نماز کی ایک رکعت بھی ایسی پڑھی جس میں اس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ادا نہ ہوئی مگر امام کے پیچھے''۔

طرزِ استدلال: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس صریح فتویٰ سے باجماعت نماز اورانفرادی نماز دونوں کے طریقے معلوم ہو گئے کہ انفرادی نماز میں ہر ایک پر سورہ فاتحہ پڑھنا لازم ہے اور باجماعت نماز میں مقتدی پر لازم اور فرض نہیں خواہ وہ نماز جہری ہو یا سری۔

توثیق: نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں: **ورواه الترمذی موقوفاً وقال حسن صحیح اھ** امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ حسن اور صحیح ہے۔ (ہدایۃ السائل ص ۲۰۴ بحوالہ احسن الکلام ص ۳۳۱)

مؤلف خیر الکلام غیر مقلد لکھتے ہیں: یہ اثر صحیح ہے۔ (خیر الکلام ص ۵۲۰ بحوالہ احسن الکلام ص ۳۷۲)

دلیل نمبر ۱۴: اثرِ کاتبِ وحی زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن عطاء بن یسار انه اخبره انه سئل زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ **عن القراءة مع الامام فقال لاقراءة مع الامام فی شئ.**

(مسلم ۱/۲۱۵،ط:قدیمی، نسائی ۱/۱۵۲،ط:قدیمی، ابو عوانه ۱/۵۲۲،ط:دار المعرفة)

عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعه یقول لا یقرأ المؤتم خلف الامام فی شئ من الصلوات. (طحاوی ۱/۱۶۰،ط:حقانیه)

''حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قراءۃ خلف الامام کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قراءۃ نہیں کی جاسکتی''۔

طرزِ استدلال: کاتبِ وحی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک بھی فرقہ ناجیہ

اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق ہے کیونکہ ان سے مطلق قراءۃ خلف الامام (خواہ جہری نمازوں میں ہو یا سری نمازوں میں ہو) سے متعلق پوچھا گیا تو جواب میں آپ نے واضح الفاظ میں اس کو رد کر دیا کہ امام کے ساتھ مقتدی پر کسی بھی نماز میں خواہ وہ جہری ہو یا سری قراءۃ خواہ فاتحہ کی ہو یا ما زاد کی ہو جائز نہیں اور نہ ہی اس کے ذمہ پر لازم ہے۔

توثیق: خود غیر مقلدین بھی اس اثر کو صحیح مسلم میں آنے کی وجہ سے صحیح مانتے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

عن ابی وائل قال سئل عبد الله بن مسعود عن القراء ۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلوۃ شغلا سیکفیک ذاک الامام.

(موطا امام محمد ص: ۹۶، ط: سعید)

عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبد الله فقال اقرأ خلف الامام فقال ان فی الصلوۃ شغلا وسیکفیک قراء ۃ الامام. (الجوہر النقی ص۲/۱۷۰، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ)

عن أبی وائل أن رجلا سأل ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن القراء ۃ خلف الإمام فقال: أنصت للقرآن فإن فی الصلاۃ لشغلا وسیکفیک ذاک الإمام. (کتاب القراء ۃ للبیہقی رقم الحدیث: ۳۲۳، باب ذکر اخبار یحتج بها من زعم)

"ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا: کیا میں امام کے پیچھے قراءۃ کر سکتا ہوں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قرآن کے لیے خاموشی اختیار کرو اس لیے کہ نماز میں مشغولیت ہے اور امام کی قراءۃ تجھے کافی ہے"۔

طرزِ استدلال: یہ اثر بھی مطلق ہے ہر نماز خواہ وہ جہری ہو یا سری کو شامل ہے اور دونوں نمازوں میں مقتدی کے لیے قراءۃ کرنا خواہ فاتحہ کی ہو یا اس کے علاوہ سورۃ کی ہو ناجائز ہے۔

توثیق: اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں۔

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **ورجالہ موثوقون** کہ اس سند کے سب راوی قابلِ اعتماد ہیں۔ (مجمع الزوائد ۲/ ۲۸۵، ط: دارالفکر، بیروت)

خود غیر مقلد مؤلف خیر الکلام نے بھی کہا ہے کہ صحیح ہے۔

(خیر الکلام ص ۵۲۱ بحوالہ احسن الکلام ص ۳۷۶)

دلیل نمبر ۱۶: اثرِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عن ابی جمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ **قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی قال لا.**

(طحاوی ۱/ ۱۶۰، ط: رحمانیہ، الجوھر النقی ۲/ ۱۷۱، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ)

”امام ابوجمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا: کیا میں امام کے پیچھے قراءۃ کرسکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں“۔

طرزِ استدلال: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہی تھا جو سائل کو جواب میں فرما چکے ہیں کہ نماز میں خواہ جہری ہو یا سری مقتدی امام کے پیچھے نہ فاتحہ پڑھے گا اور نہ ہی کوئی اور سورۃ۔

توثیق: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں لہٰذا یہ اثر صحیح اور قابلِ حجت ہے۔ ملخصاً۔

(احسن الکلام ص ۳۸۱)

دلیل نمبر ۱۷: اثر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن ابن نجاد رجل من ولد سعد عن سعد وددت أن الذی یقرأ خلف الإمام فی فیہ جمرۃ. (جزء القراءۃ للبخاری، باب وجوب القراءۃ للامام)

قال محمد اخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد اسماعیل بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعد قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ. (موطا امام محمد ص ۹۸، ط: سعید)

''ابن نجاد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہو اس کے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال دوں''۔

طرزِ استدلال: اس اثر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناراضی اور غضب کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ صحابی امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں مقتدی کے لیے قراءۃ کو جائز نہیں سمجھتے اس وجہ سے مقتدی کے لیے اس ناجائز کے ارتکاب پر بطور سزا یہ جملہ فرما رہے ہیں کہ اس کے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال دوں۔

توثیق: محدث مولانا محمد حسن صاحب فیض پوری فرماتے ہیں: رجال اسنادہ ثقات، اس روایت کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔ (الدلیل المبین ص ۳۴۷ بحوالہ احسن الکلام ص ۳۹۲)

نوٹ: مزید شافی وافی تفصیل احسن الکلام میں ملاحظہ ہو۔

دلیل نمبر ۱۸: حضرت علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل

عن ابراهيم قال ماقرأ علقمة بن قيس قط فيما يجهر فيه ولا فيما لا يجهر فيه ولا الركعتين الاخريين ام القرآن ولا غيرها خلف الامام.

(کتاب آلا ثار ص ۱۶، ط: ادارہ القرآن)

''حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علقمہ بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام کے پیچھے کبھی کسی نماز میں قراءۃ نہیں کی، نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں (نہ پہلی رکعتوں میں) اور نہ پچھلی رکعتوں میں، نہ سورۂ فاتحہ اور نہ کوئی اور سورت'' (امام کے پیچھے وہ کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے)

طرزِ استدلال: یہ اثر اپنے مفہوم کے اعتبار سے بالکل واضح ہے کہ حضرت علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ امام کے پیچھے کسی نماز میں کوئی قراءۃ نہیں کرتے تھے نہ فاتحہ کی نہ اور۔

توثیق: اس اثر پر ماله و ماعليه تفصیل کے ساتھ ملاحظہ ہو احسن الکلام ص ۳۹۶۔

دلیل نمبر۱۹: حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ کا شدید انکار

عن ابراھیم النخعی عن اسود بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ قال: لان اعض جمرۃ احب الی من ان اقرأ خلف الامام اعلم انہ یقرأ. (التعلیق الحسن ص ۱۰۸، ط: رحمانیہ)

"حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کہ میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قراءۃ کروں جبکہ مجھے علم ہے کہ وہ پڑھتا ہے"۔

طرزِ استدلال: جس کو علامہ ذھبی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے نقاد اور معتدل مزاج ہستی امام، فقیہ، زاہد، عابد اور کوفہ کا امام لکھتے ہیں (تذکرہ ۱/۴۳) یہی اسود بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ بھی (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معمول اور قرآن وحدیث کی روشنی میں) کس وضاحت سے فرما رہے ہیں کہ اس علم کے بعد کہ امام قراءۃ کر رہا ہے (خواہ سراً یا جہراً) پھر امام کے پیچھے پڑھنا (خواہ فاتحہ ہو یا کچھ اور) انتہائی غلط بات ہے۔

توثیق: اس روایت کے جملہ راوی ثقہ ہیں لہٰذا یہ روایت صحیح اور قابل حجت ہے۔

(تہذیب التہذیب ۱/۲۷۵، ط: دار المعرفۃ، تفصیلی کلام احسن الکلام میں ملاحظہ فرمائیں)

دلیل نمبر۲۰ : اثرِ سوید بن غفلہ رحمہ اللہ تعالیٰ

عن الولید بن قیس قال سألت سوید بن غفلۃ اقرأ خلف الامام فی الظھر و العصر قال لا. (التعلیق الحسن ص ۱۰۸، ط: رحمانیہ)

"ولید بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، کیا میں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءت کر سکتا ہوں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا نہیں"۔

طرزِ استدلال: اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں بھی اتنی بات تو مشہور اور عام لوگوں کو معلوم تھی کہ جن نمازوں میں امام بلند آواز سے

قراءۃ کرتا ہے ان میں امام کے پیچھے مقتدی کے لیے پڑھنا جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہاں پر سائل نے صرف ظہر اور عصر یعنی سری نمازوں کا نام لے کر سوال کیا کہ مجھے اس میں تردد ہے کہ ان نمازوں میں مقتدی کیا کرے، سو سوید بن غفلہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تردد و دفع کر دیا کہ یہاں بھی نہیں پڑھنا۔

توثیق: حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو علامہ ذھبی رحمہ اللہ تعالیٰ ، ثقہ، بلند مرتبہ عابد، زاہد، قانع بالیسیر اور کبیر الشان جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۳، ط: دارالکتب العلمیۃ) اس سند کے دوسرے تمام راوی بھی ثقہ ہیں۔

(تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب بحوالہ احسن الکلام ص ۴۰۰)

دلیل نمبر ۲۱ : اثرِ سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ

عن هشام عن سعيد بن المسيب قال انصت للامام.

(االتعليق الحسن ص : ۱۰۸ ،ط:رحمانيه)

”ہشام دستوائی حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: ”امام کے پیچھے بالکل خاموشی اختیار کرو، یعنی قراءۃ نہیں کیا کرو۔“

طرزِ استدلال: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ (جن کی امامت و جلالت پر بقول امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ سب کا اتفاق ہے) سے بسندِ صحیح یہ بھی منقول ہے کہ قرآن کریم کی آیت ﴿و اذا قرئ القرآن﴾ الآیۃ نماز باجماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے (یعنی جب امام پڑھے تو مقتدی خاموش رہے)۔

عن سعيد بن المسيب فاستمعوا له وأنصتوا قال : فى الصلاة .(كتاب القراءة للبيهقى.رقم الحديث : ۲۳۳،باب ذكر مايؤثر عن اصحاب النبى الخ)

توثیق: اس روایت کے جملہ راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

(تہذیب، تقریب وغیرہ بحوالہ احسن الکلام ۱/۱۳۹)

دلیل نمبر ۲۲ : اثرِ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ

عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال سألته عن القراء ة خلف الامام قال لیس خلف الامام قراء ة. (التعلیق الحسن ص:۱۰۸، ط: رحمانیہ)

"ابو بشر جعفر بن ایاس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کیا امام کے پیچھے قراءۃ کی جاسکتی ہے؟ فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی قسم کی کوئی قراءۃ نہیں کی جاسکتی"۔

طرزِ استدلال: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ (جو بقول امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علماءِ اعلام میں سے تھے اور امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق وہ تابعین کے ائمہ کبار میں سے تھے، تفسیر، حدیث، فقہ، عبادت، زہد وورع اور جملہ کمالات میں وہ کبار ائمہ اور سرگروہ تابعین میں تھے (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۶۰، ط: دار الکتب العلمیۃ) کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی پر کسی بھی نماز میں قراءۃ فاتحہ وسورۃ لازم اور فرض و واجب نہیں۔

توثیق: اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

(تذکرہ، تہذیب الاسماء، تقریب بحوالہ احسن الکلام ص ۴۰۳)

دلیل نمبر ۲۳ : اثرِ ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

عن الاعمش عن ابراهیم اول ما احدثو القراء ة خلف الامام و کانوا لایقرأون. (الجوہر النقی ۲/۱۶۹، ط: رحمانیہ، شرح مقنع ۲/۱۲ بحوالہ احسن الکلام ص ۴۰۵)

"حضرت امام اعمش حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: یعنی لوگوں نے امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ (یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ) امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کیا کرتے تھے"۔

طرزِ استدلال: امام ابن قدامہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں نے امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کی بدعت مختار کے زمانہ میں نکالی، کیونکہ وہ لوگوں کو دن کی نمازیں تو پڑھاتا تھا مگر رات کی نہیں پڑھاتا تھا (اور حاکم ہونے کے باعث لوگ ان کے پیچھے پڑھتے) اس سے بدظن ہو کر لوگوں نے اس کے پیچھے قراءۃ شروع کر دی۔

(مغنی ابن قدامہ ۱/۶۰۶ بحوالہ احسن الکلام ۴۰۵)

توثیق: اس روایت کے جملہ راوی ثقہ اور قابل حجت ہیں۔

(تقریب، تہذیب، تہذیب الاسماء وغیرہ بحوالہ احسن الکلام ۴۰۴)

دلیل نمبر ۲۴: امام ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سری اور جہری کسی نماز میں امام کے پیچھے کسی قسم کی قراءۃ کے قائل نہ تھے۔

(تفسیر معالم التنزیل ۲/ ۲۲۶، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ، تحفۃ الاحوذی ۲/ ۲۵۰، ط: قدیمی)

طـــرزِ استـدلال: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہیں جن کو علامہ ذہبی جیسے نقاد، امام، شیخ الاسلام، سید الحفاظ اور الفقیہ لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۵۱، ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت) امام شعبہ، ابن معین اور ایک بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ سفیان فنِ حدیث میں امیر المؤمنین تھے۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے گیارہ سو (۱۱۰۰) شیوخ سے احادیث کی سماعت کی ہے جن میں سفیان ثوری سے افضل کوئی بھی نہ تھا (تہذیب التہذیب ۲/ ۳۵۷، ط: دار المعرفۃ) انہوں نے بھی فیصلہ دے دیا کہ امام کے پیچھے مقتدی کے لیے کسی بھی نماز میں فاتحہ وغیرہ کچھ بھی پڑھنا درست نہیں۔

توثیق: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی توثیق میں مزید تعدیل کے کلمات نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ طرزِ استدلال کے ضمن میں تھوڑی بہت بات آ گئی ہے۔

﴿باب دوم﴾

﴿منفرد کی نماز کا طریقہ﴾

جس طرح ﴿واذا قرئ القرآن﴾ الآیة نے باجماعت نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا ہے، اسی طرح ﴿فاقرأوا ما تیسر من القرآن﴾ الآیة نے تنہا نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا ہے کہ منفرد کے ذمہ خود قراءۃ ضروری ہے۔

منفرد اور امام کے لیے قراءۃ کا حکم اور اس کے دلائل

چونکہ نفسِ قراءۃ میں منفرد اور امام کا حکم ایک ہی ہے یعنی جس طرح امام پر لازم ہے کہ فاتحہ اور اس کے علاوہ کوئی اور سورۃ وغیرہ پڑھے اسی طرح منفرد کی نماز بھی جب صحیح اور مکمل ہوگی جبکہ وہ یہ دونوں کام کرے۔

الحاصل: نفسِ قراءۃ کے حکم میں امام بھی بمنزلہ منفرد کے ہے لہٰذا انفرادی نماز کے جملہ دلائل سے دونوں کا حکم ثابت ہوگا۔

دلیل نمبر ۱ : فاقرأوا ما تیسر من القرآن......الآیة [المزمل :۲۰]

”پس قرآن میں سے وہ حصہ پڑھو جو تمہارے لیے آسان ہے“۔

اس آیت میں منفرد کو قراءۃ کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اس کے لیے استماع اور انصات کا حکم نہیں بلکہ امام کی طرح یہ بھی سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ قرآن کریم کا دوسرا حصہ خود پڑھے گا ورنہ اس کی نماز ناقص اور غیر تمام ہوگی۔

رہی یہ بات کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ آیت منفرد کے ساتھ خاص ہے اور مقتدی کو شامل نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ درج ذیل دو وجہ سے یہ تخصیص معلوم ہوئی ہے۔ کما لا یخفی

پہلی وجہ : یہ آیت نمازِ تہجد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو انفرادی طور پر پڑھی جاتی ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَلَيسَ ذٰلِکَ فِي الصَّلَاةِ وَإِنَّمَا هُوَ بَدَلٌ عَن قِيَامِ اللَّيلِ. (اعلام الموقعین ۲/۳۰۵، ط: دار الجیل)

یہ آیت صلوٰۃِ تہجد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

خطیب شربینی رحمہ اللہ تعالیٰ (جو بڑے پائے کے مفسر تھے) لکھتے ہیں: اس آیت کا شانِ نزول تہجد کی نماز ہے۔ (السراج المنیر ۴/ ۴۴۸، بحوالہ احسن الکلام ۱۸۳)

علامہ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: یہ صلوٰۃِ تہجد کے بارے میں ہے۔

(تفسیر ابوالسعود ۶/ ۴۲۰، ط: دارالفکر، بیروت)

نیز سننِ ابی داؤد میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اس کا محل تہجد ہے۔

قال سعد : قلت : حدثيني عن قيام الليل قالت : ألست تقرأ يأيها المزمل قال : قلت : بلى قالت : فان أول هذه السورة نزلت فقام اصحاب رسول الله ﷺ حتى انتفخت اقدامهم وحبس خاتمتها في السماء اثنى عشر شهرا ثم نزل آخرها فصار قيام الليل تطوعا بعد فريضة...... الحديث.

(سنن أبی داؤد ۱/ ۱۹۰، ط:میر محمد کتب خانه)

"حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امی جان حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قیام اللیل یعنی تہجد کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگیں: کیا آپ سورۂ مزمل نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں (یعنی پڑھتا ہوں) فرمایا: اس کا پہلا حصہ نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عمل کرتے ہوئے تہجد کی لمبی لمبی رکعتیں پڑھنا شروع کیں تو ان کے پاؤں میں ورم آ گیا اور اس سورۃ کا آخری حصہ بارہ مہینوں تک آسمان میں رہنے کے بعد نازل ہوا جس کے بعد پھر تہجد کی فرضیت نفل قرار پائی"۔

دوسری وجہ: "حدیث مسیء الصلوۃ" سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت منفرد سے متعلق ہے، اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص نے آکر مسجد میں تعدیلِ ارکان اور اصول کے خلاف نماز پڑھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا، آپ ﷺ نے سلام کا جواب دے کر اسے دوبارہ نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی، تیسری چوتھی بار غلط پڑھنے کے بعد عرض کیا کہ آپ ﷺ صحیح نماز سکھا دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کا ارادہ ہو تو وضو مکمل کرلو پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے تکبیر کہو "**ثم اقرأ بما تيسر معك من القرآن ثم**

ارکع...... الی آخر الحدیث" یعنی پھر قرآن کا وہ حصہ پڑھو جو آپ کو یاد ہے اور آسان ہے۔

قارئین کرام! دیکھیے یہاں ایک منفرد کو آپ ﷺ نے قرآن کریم کی آیت ﴿فاقرأوا ما تیسر من القرآن﴾ کے پیشِ نظر قراءۃ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا "ثم اقرأ بما تیسر معک من القرآن" دونوں کے الفاظ اور معنی ایک ہیں، گویا آپ ﷺ نے اس کو منفرد سے متعلق سمجھ کر اس کو قراءۃ کا حکم دیا ہے۔

اس مرفوع حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اس آیت کا تعلق انفرادی نماز سے ہے۔ مقتدی کو شامل نہیں، نیز اس حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: "فکبر ثم اقرأ بام القرآن وما شاء الله ان تقرأ" کہ تکبیر کہہ پھر فاتحہ اور اس کے سوا جو اللہ چاہے کہ تو پڑھے وہ پڑھ لو۔

(ابوداؤد ۱/۱۲۴، ط: میر محمد کتب خانہ، مشکوۃ ۱/۷۶، ط: رحمانیہ) یعنی منفرد پر دونوں لازم ہے۔

الحاصل: اس سے معلوم ہوا کہ منفرد پر فاتحہ اور سورۃ دونوں پڑھنا لازم اور ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۲: عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: أمرنا أن نقرأ بفاتحة الکتاب وما تیسر. (سنن أبی داؤد ۱/۱۱۸، ط: میر محمد کتب خانه)

ہمیں حکم دیا جاتا کہ ہم سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ جو قرآن پڑھ سکتے ہیں پڑھیں۔

طرزِ استدلال: یہ روایت منفرد کے بارے میں ہے جس کو فاتحہ اور اس سے زائد قرآن پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے فریق مخالف کو بھی انکار نہیں کیونکہ مقتدی کے لیے فاتحہ کے علاوہ پڑھنے کو وہ بھی ناجائز کہتے ہیں جبکہ یہاں پڑھنے کا حکم ہے۔

دلیل نمبر ۳: حدثنی ابوهریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال لی رسول الله ﷺ أخرج فناد فی المدینة أنه لا صلوة الا بقرآن ولو بفاتحة الکتاب فما زاد.

(سنن ابی داؤد ۱/۱۱۸، ط: میر محمد کتب خانه)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ مدینہ میں اعلان کرو کہ قراءۃِ قرآن کے بغیر نماز نہیں ہوتی (ہاں یہ بھی بتا دینا کہ قراءۃ کیا ہے) فاتحہ اور کوئی اور دوسری سورت۔

طرزِ استدلال: منفرد کی نماز کے لیے یہ اعلان دربارِ نبوت سے ہو رہا ہے کہ فاتحہ

اوردوسری سورۃ کے بغیراس کی نماز نہیں ہوتی، اس اعلان کا مقتدی سے کوئی تعلق نہیں ورنہ پھر اس پر فاتحہ کے علاوہ سورۃ پڑھنا بھی فرض ہوجائے گا جس کا فریق مخالف بھی قائل نہیں۔

دلیل نمبر ٤ : عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :أمرنی رسول الله ﷺ أن أنادی أنه لا صلوة الا بقراء فاتحة الكتاب فما زاد.

(سنن أبی داؤد ١/١١٨،ط:میر محمد کتب خانه)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں یہ اعلان کروں کہ فاتحہ اوراس سے زائد قرآن پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی''۔

طرزِ استدلال : اس حدیث میں بھی صحتِ نماز کے لیے فاتحہ اور'' مازاد '' دونوں کی قراءۃ کولازم قرار دیا ہے لہٰذا یہ بھی منفرد کے ساتھ خاص ہے، مقتدی کو شامل نہیں، اتفاقاً۔

دلیل نمبر ٥ : عن أبی سعيد الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال : لا صلوة لمن لم يقرأ فی كل ركعة بالحمدلله و سورة فی الفريضة وغيرها.(مصنف ابن أبی شيبة ١/٣٩٨،ط:دار الفكر ،بيروت)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی نماز نہیں ہوتی جس نے فرض اور غیر فرض ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اوراس کے علاوہ کوئی اورسورۃ نہ پڑھی''۔

طرزِ استدلال: ظاہر ہے کہ یہ حکم بھی منفرد کے لیے ہے کیونکہ مقتدی پرتو فریق مخالف بھی فاتحہ کے علاوہ کسی دوسری سورۃ کے پڑھنے کا بوجھ نہیں ڈالتے۔

دلیل نمبر ٦ : عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ : من صلى صلوة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهی خداج (ثلاثا) غير تمام فقيل لأبی هريرة انا نكون ورآء الامام قال اقرأبها فی نفسک ......الحديث. رواه مسلم.(مسلم ، رقم الحديث: ٨٧٨ ، مشكوة ١/٧٩،ط:رحمانيه)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے فاتحہ کے بغیر نماز پڑھی اس کی نماز ناقص ہے مکمل اورتمام نہیں ہے (آپ ﷺ نے تین بار

فرمایا کہ اس کی نماز ناقص ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے شاگرد نے پوچھا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں (تو پھر کیا حکم ہے؟) فرمایا کہ پھر تو اس کو اپنے دل میں پڑھ"۔

طرزِ استدلال : دو وجہوں سے اس حدیث کا آخری حصہ (**فقيل لأبی هريرة الخ**) جو موقوف علی ابی ہریرہ ہے اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس کے شروع کے حصے (جو کہ مرفوع ہے) کا تعلق منفرد سے ہے مقتدی سے نہیں۔

(۱) شاگرد نے یہی سمجھا کہ حدیث میں جو حکم بتایا جا رہا ہے اس کا تعلق منفرد سے ہے، مقتدی کو یہ حکم شامل نہیں ورنہ مقتدی سے متعلق مسئلہ قراءۃ نہ پوچھتے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے تلمیذ (شاگرد) کی سمجھ کی تصدیق فرمائی اور منفرد اور مقتدی دونوں کے پڑھنے کا انداز اور طریقہ بتا دیا کہ منفرد تو زبان سے فاتحہ پڑھے اور مقتدی دل سے اس کے معانی پر غور کریں۔

اشکال : فریقِ مخالف کا کہنا ہے کہ "**نفسک**" سے مراد آہستہ پڑھنا ہے، دل سے پڑھنا مراد نہیں۔

جواب : یہ اشکال تین وجوہ سے درست نہیں۔

(۱) یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد اور مقتدی کے پڑھنے کا فرق بتانا چاہتے ہیں اور یہ فرق تب ہی صحیح ہوسکتا ہے جب "**نفسک**" کا معنی "دل سے" کر دیا جائے، یعنی یہ کہا جائے کہ منفرد تو زبان سے آہستہ پڑھے اور مقتدی اس کے معانی پر غور کرنے کی وجہ سے گویا دل میں پڑھ رہا ہے۔ فریقِ مخالف جو معنی لیتے ہیں اس کے پیشِ نظر تقابل درست نہیں ہوسکتا کیونکہ جب مقتدی کو حکم دیا گیا کہ آہستہ زبان سے پڑھ تو منفرد کو اس کے خلاف یہ حکم ہوگا کہ تو بلند آواز میں زبان سے پڑھ، حالانکہ منفرد کے جہر کے وجوب کا کوئی بھی قائل نہیں۔

(۲) "**نفسک**" کا حقیقی اور عرفی معنی دل ہے (لہٰذا یہاں معنی ہوگا "دل سے پڑھ") عرف میں دل سے غور کرنے کو بھی قراءۃ کہا جاتا ہے چنانچہ اگر کوئی قسم کھالے کہ "میں زید کا خط نہیں پڑھوں گا" پھر اس کے خط کو دیکھ کر مضمون کو سمجھ لے اور زبان سے ایک لفظ بھی نہ

پڑھے تو بھی حانث ہو جائے گا اور قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔

لہٰذا اس کا صاف حقیقی اور عرفی معنی چھوڑ کر دوسرا معنی مراد لینا ہرگز ہرگز درست نہیں۔

(۳) حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ (جو مشہور تابعی ہیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے) نے بھی ''نفسک'' کا لفظ اسی معنی (یعنی ''دل سے جواب دینا'') میں استعمال فرمایا ہے۔

حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنا أَبُو عَوَانَةَ عَن سُلَيمَانَ عَن إِبرَاهِيمَ عَن عَلقَمَةَ عَن عَبدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَيَرُدُّ عَلَينا فَلَمَّا رَجعنَا مِن عِندِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمنَا عَلَيهِ فَلَم يَرُدَّ عَلَينَا فَقُلنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيكَ فَتَرُدُّ عَلَينا قَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغلًا فَقُلتُ لِإِبرَاهِيمَ كَيفَ تَصنَعُ أَنتَ قَالَ أَرُدُّ فِي نَفسِي.

(بخاری ۱/۵۴۷)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ ہم ابتداء میں نماز کی حالت میں آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے، تو آپ جواب دیتے، پھر جب ہم نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے تو ہم نے سلام کیا، تو آپ نے جواب نہیں دیا، ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! پہلے ہم آپ کو سلام کرتے تھے تو آپ اس کا جواب دیتے، فرمایا، نماز میں مصروفیت ہے، پھر ہم نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ کیسے کرتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا ''میں اپنے دل میں جواب دیتا ہوں''۔

دلیل نمبر ۷ : **عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ : أن رسول الله ﷺ قال :**

لا صلوة الا بقراءة.(مسلم ۱/۱۷۰،ط:قدیمی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قراءۃ کے بغیر نماز نہیں ہوتی''۔

طرزِ استدلال : فریقِ مخالف کے نزدیک اس حدیث کا منفرد کے ساتھ خاص ہونا

تو ان کی مجبوری ہے کیونکہ ان کے ہاں قراءۃ سے فاتحہ مراد لیناہی جائز نہیں، اور ''مـــازاد'' کے مراد لینے کے بعد مقتدی پر فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ کا پڑھنا بھی ضروری ہوتا ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔لہٰذا ان کی گلوخلاصی ہی اسی میں ہے کہ اس کو منفرد اور امام کے ساتھ خاص کر دیں۔الحاصل اس کا منفرد کے ساتھ خاص ہونا اور مقتدی کو شامل نہ ہونا اتفاقی بات ہے۔

دلیل نمبر ۸ : عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ : لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب (متفق عليه) وفى رواية لمسلم لمن لم يقرأ بأم القرآن فصاعداً. (مسلم ١/ ١٦٩،ط:قديمى)،(مشكوة ١/ ٧٩،ط:رحمانيه)

عن عبادة بن الصامت قال : قال رسول الله ﷺ: لاصلوة لمن لم يقرأ بأم القرآن فصاعداً.(مصنف عبد الرزاق ٢/ ٩٣،ط:ادارة القرآن)

''فـــصـــاعـــداً'' کی زیادتی بطریقِ معمر،صحیح مسلم(۱/ ۱۶۹، ط: قدیمی)،ابوعوانہ (۱/ ۴۵۰، ط: دار المعرفۃ)،(نسائی ۱/ ۱۴۵، ط: قدیمی)،وغیرہ میں بسندِ صحیح مروی ہے نیز ''فصاعداً'' کی زیادتی سفیان بن عیینہ سے بھی صحیح سند سے مروی ہے۔

(ابوداؤد ا/ ۱۱۹، ط: میر محمد کتب خانہ)

توثیق : سند کی توثیق بالتفصیل احسن الکلام ۲/ ۲۹ کے حاشیہ میں ملاحظہ ہو۔

طرزِ استدلال : پوری اور مکمل حدیث کا ترجمہ یہ ہے:''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ اور قرآن کا کچھ حصہ نہ پڑھے''۔

جس طرح ہم نے حدیث کے تمام طریق کو جمع کر کے پوری حدیث لکھ کر ترجمہ کیا ہے اسے دیکھ کر کسی بھی منصف کے لیے یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ اس حدیث کا مقتدی سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس حدیث میں نمازی کے ذمہ دو چیزوں کی قراءۃ کو ضروری بتایا گیا ہے ایک سورۃ فاتحہ اور دوسری فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورۃ، جبکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ان کی قراءۃ صرف منفرد اور امام پر ہے مقتدی پر نہیں۔

لطیفہ

تبلیغی جوان کے ہاتھ غیر مقلدین کے اشتہار اور شیخ اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جوابات

سوال : حدیث میں صحیح سند سے ہے" **لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب**" فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اس میں باجماعت نماز کا حکم بھی شامل ہے۔

جواب از شیخ اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ : باجماعت نماز کا حکم اس نے خود شامل کیا ہے، حضور ﷺ نے نہیں فرمایا۔ پھر ہمارا ان سے جھگڑا یہی ہے کہ ہم کہتے ہیں حدیث پوری مانو، یہ کہتے ہیں کہ ہم ادھوری مانیں گے۔ جوان سے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے؟ پوری ماننی چاہئے یا آدھی؟ تبلیغی جوان نے جواب دیا: "پوری"، حضرت نے فرمایا: پوری حدیث اسی کتاب **القراءة للبیهقی** میں کئی جگہ آئی ہے" **لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعداً** "(ترجمہ) اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ اور قرآن کا کچھ حصہ نہ پڑھے۔ بعض روایات میں **وما تیسر** کے الفاظ ہیں بعض میں **فمازاد** کے الفاظ ہیں۔

یہ لوگ آدھی حدیث پڑھ کر اس کا ترجمہ اپنی طرف سے اس طرح کرتے ہیں کہ کسی کی نماز نہیں ہوتی خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد، خواہ فرض نماز ہو یا نفل، جمعہ ہو یا عیدین جو فاتحہ نہیں پڑھتا۔ ہم کہتے ہیں کہ حدیث پوری پڑھو پھر یہی ترجمہ کرو کہ کسی کی نماز نہیں ہوتی خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد جو فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور قرآن نہیں پڑھتا، اگر یہ ترجمہ کریں تو یہ خود بھی بے نمازی بن جائیں گے کیونکہ ان کے مقتدی بھی فاتحہ کے بعد کچھ نہیں پڑھتے۔

مولانا فرماتے ہیں: اب آپ انصاف سے بتائیں کہ جو پوری حدیث پڑھے اس کو یہ "اہل الرائی" کہتے ہیں اور جو آدھی حدیث مانے اس کو "اہلِ حدیث" کہتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

حضرت مولانا فرماتے ہیں: ایک مناظرے میں جب یہی حدیث پڑھی گئی تو مناظر نے ''**فصاعداً**'' کا لفظ چھوڑ دیا، میں نے اس لفظ پر نشان لگایا کہ حضرت! آپ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد کیوں چھوڑا؟ کہنے لگا: ایک ہی لفظ چھوڑا ہے۔ میں نے کہا: اس ایک لفظ میں ایک سو تیرہ سورتوں کا حکم ہے اور تو نے ایک سو تیرہ سورتوں کا حکم چھوڑ دیا۔ (خطباتِ صفدر ۱/۱۲۱، ۱۲۲)

صحیح حدیثِ عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقتدی کو شامل نہیں۔

سوال : حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے اگر کسی نے اس حدیث کو غیر مقتدی پر محمول کیا ہے تو اس کا نام اور باحوالہ قول بتایا جائے۔

جواب : درج ذیل حضرات نے اس حدیث کو غیر مقتدی پر محمول کیا ہے، ان کے نام اور باحوالہ اقوال ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو منفرد پر محمول کیا ہے۔ فرماتے ہیں: **من صلی رکعة لم یقرأ فیها بأم القرآن فلم یصل الا ورآء الامام** . (ترمذی ۱/۷۱، ط: سعید)

جس نے کوئی رکعت پڑھی جس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے (یعنی اگر امام کے پیچھے مقتدی ہے اور فاتحہ نہیں پڑھی تو نماز ہو جائے گی۔

(۲) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے یہی سمجھا ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا محمل غیر مقتدی ہے لہٰذا امام کے پیچھے مقتدی کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کی نماز فاتحہ کے بغیر باطل ہے، غلط ہے۔

فرماتے ہیں: **ھذا رجل من اصحاب النبی ﷺ تأول قول النبی ﷺ "لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب" أن ھذا اذا کان وحده.** (ترمذی ۱/۷۱، ط: سعید)

''دیکھو یہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کا یہی مطلب بیان فرماتے ہیں کہ جب تنہا نماز پڑھے تو سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی''۔

(۳) حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی صاف صاف فرما دیا ہے کہ یہ غیر مقتدی یعنی منفرد پر محمول ہے، اس میں با جماعت نماز اور مقتدی کا ذکر نہیں بلکہ اس میں تنہا نماز پڑھنے کا طریقہ بیان ہوا ہے۔

الحاصل : حدیثِ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق منفرد سے ہے مقتدی سے نہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث عبادہ کے بعد فرمایا: **قال سفیان: لمن یصلی وحده** (سنن ابی داؤد ۱/۱۱۹، ط: میر کتب خانہ) ''حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس کے لیے ہے جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو''۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: **اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلی وحده فلیقرأ.** یہ حکم منفرد کے لیے ہے۔

(موطا امام مالک ۵۱، ط: فاروقیہ، ملتان)

(۵) امام اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **اذا کان وحده.**

(بذل المجهود ۲/۵۴، ط: معهد الخليل الاسلامی)

(۶) امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **فأما حدیث عبادة الصحیح فهو محمول علی غیر المأموم وکذلک حدیث أبی هریرة ...... الخ** (المغنی باب والماموم اذا سمع قراءة الخ) کہ ''حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث صحیح ہے تو وہ غیر مقتدی پر محمول ہے اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی غیر مقتدی پر محمول ہے''۔

(۷) امام شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **فالحدیث الاول الصحیح محمول علی غیر المأموم وکذا حدیث أبی هریرة** رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

(شرح مقنع للکبیر ۲/۱۲، بحوالہ احسن الکلام ۲/۴۰)

یعنی ''وہ پہلی صحیح حدیث مقتدی کے علاوہ دوسروں پر محمول ہے اور اسی طرح حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی غیر مقتدی کے حق میں ہے"۔

تنبیہ : **فصاعداً، ماتیسر** اور **مازاد** کی زیادتی کے پیش نظران اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا ارشاد سو فیصد صحیح ہے، جس میں شک نہیں۔

دلیل نمبر ۹ : **عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : لا تجوز صلوة لا یقرأفیھا بفاتحة الکتاب و آیتین فصاعداً.** (ابن أبی شیبہ ۱/ ۳۹۷، ط: دارالفکر، بیروت)

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: وہ نماز جائز اور صحیح نہیں ہوتی جس میں فاتحہ اور دو یا زیادہ آیات قرآن کی نہ پڑھی جائیں"۔

طــرزِ استــدلال : اس اثر میں صحتِ نماز کا مدار فاتحہ اور اس کے علاوہ قراءة کرنے پر رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ مقتدی پر فاتحہ کے علاوہ کچھ اور، کسی کے ہاں واجب نہیں، پس یہ اثر منفرد اور امام پر محمول ہے، مقتدی کو شامل نہیں۔

دلیل نمبر ۱۰ : **عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: فی کل صلوة قراء ة قرآن أم الکتاب فما زاد.** (ابن أبی شیبہ ۱/ ۳۹۷، ط: دارالفکر، بیروت)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہر نماز میں قرآن کی قراءة کرنا ضروری ہے یعنی فاتحہ اور اس سے زائد کوئی اور سورة"۔

طرزِ استدلال : چونکہ مقتدی پر فاتحہ کے سوا کچھ پڑھنے کے فریقِ مخالف بھی قائل نہیں لہٰذا یہ اثر اجماعاً منفرد اور امام کے بارے میں ہے"۔

دلیل نمبر ۱۱ : **عن أبی العالیة البراء: قال : قلت لا بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: أفی کل رکعة أقرأ ؟ فقال: انی لأستحیی من رب ھذا البیت أن لا أقرأ فی کل رکعة بفاتحة الکتاب و ما تیسر.**

(ابن أبی شیبہ ۱/ ۳۹۷، ط:دار الفکر ،بیروت)

"ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا ہر

رکعت میں قراءۃ کروں؟ تو فرمایا کہ ''مجھے تو اس گھر کے مالک اور پروردگار سے حیاء آتی ہے کہ میں ہر رکعت میں فاتحہ اور اس کے علاوہ جو قرآن کا حصہ آسان ہو نہ پڑھوں''۔

طرزِ استدلال : ہر رکعت میں فاتحہ اور اس سے زیادہ دونوں کا وجوب منفرد اور امام پر ہے، مقتدی تو فریقِ مخالف کے ہاں بھی داخل نہیں۔

دلیل نمبر ١٢ : عن محمد بن الحکم : أن أبا وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ : قرأ بفاتحة الکتاب و آیة ثم رکع. (ابن ابی شیبه ١/٣٩٧، ط:دار الفکر ،بیروت)

''حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاتحہ اور اس کے بعد ایک آیت پڑھ کر رکوع کیا''۔

طرزِ استدلال : ظاہر ہے کہ حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہا نماز میں یہ عمل کیا ہے لہٰذا یہ منفرد کے ساتھ خاص ہوگا۔

دلیل نمبر ١٣ : عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :'' کنا نتحدث أنه لا صلوة الا بقراء ة فاتحة الکتاب فما زاد''. (ابن ابی شیبہ ١/٣٩٨، ط: دار الفکر، بیروت)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم آپس میں اس قسم کی باتیں کرتے تھے کہ نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور پڑھنے سے''۔

طرزِ استدلال : اس میں بھی فاتحہ کے علاوہ مزید قرآن پڑھنا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ بھی منفرد پر محمول ہے۔

دلیل نمبر ١٤ : قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ : لا تجزئ صلوة لا یقرأ فیها بفاتحة الکتاب و آیتین فصاعداً. (ابن ابی شیبه ١/٣٩٧، ط:دار الفکر ،بیروت)

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ نماز صحیح نہیں ہوتی جس میں فاتحہ اور دو یا زیادہ آیتوں کی قراءۃ نہ ہوئی ہو''۔

طرزِ استدلال : یہ اثر بھی مدعیٰ میں نص ہے کیونکہ یہ دونوں کام منفرد اور امام ہی کے ذمہ ہیں، مقتدی کے ذمہ دوسری سورتیں نہیں۔

﴿باب سوم﴾

وجوبِ قراءۃ خلف الامام کے ضعیف اور کمزور مستدلات

غیر مقلدین حضرات کے ہاں جتنی بھی آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مرفوعہ وغیرہ مستدلات ہیں، قراءۃ خلف الامام کے وجوب کے سلسلے میں وہ نہایت ضعیف اور کمزور ہیں۔

ذیل میں وہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مرفوعہ وغیرہ ذکر کی جاتی ہیں، اور ان کے جوابات بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ﴿وان لیس للانسان الاماسعی﴾. [النجم: ۳۹] ''اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا'' ایک اور مقام پر ارشاد ہے: ﴿لتجزی کل نفس بما تسعی﴾. [طٰہٰ: ۱۵] ''تا کہ بدلہ ملے ہر شخص کو جو اس نے کمایا''۔

استدلال: ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کی قراءۃ صرف اس کے لیے ہے، مقتدی کے لیے اس کی قراءۃ کافی نہیں۔

جواب: اس آیت سے استدلال محض باطل ہے کیونکہ اگر سورۃ فاتحہ میں امام مقتدی کے لیے کفایت نہیں کرتا تو ''مازاد علی الفاتحہ'' میں اسی طرح سترہ میں اور سہو میں امام مقتدی کے لیے کیونکر کفایت کر جاتا ہے۔

(۲) ﴿واذ کر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ﴾. [الاعراف: ۲۰۴] ''اور یاد کر اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا''۔

استدلال: یہ آیت امام اور مقتدی کو نیز جہری اور سری نمازوں کو شامل ہے، اس سے ثابت ہوا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی اپنے دل میں آہستہ آہستہ قراءۃ کرنا صحیح ہے۔

جواب: اس آیت سے بھی استدلال درست نہیں کیونکہ جس طرح ذکر فاتحہ کو شامل ہے اسی طرح ''مازاد علی الفاتحہ'' کو بھی شامل ہے تو سورۃ فاتحہ کی تخصیص کیوں؟ اس پر کیا دلیل ہے؟

(۳) ﴿ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا﴾. [طٰہٰ: ۱۲۴]

''جس نے منہ پھیرا میرے ذکر اور یاد سے تو اس کے لیے ہے گزران تنگی کا''۔

استدلال : اس آیت میں ذکر سے مراد امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے۔

جواب : اس آیت میں نہ تخصیصِ فاتحہ کی کوئی دلیل ہے اور نہ کسی معتبر تفسیر میں اس کا ذکر ہے کہ اس آیت میں ذکر سے مراد سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے، لہٰذا اس سے بھی استدلال درست نہیں۔

(٤) ﴿ ولا تزروازرۃ وزرأخری ﴾. [بنی اسرائیل :١٥] ''اور کسی پر نہیں پڑتا بوجھ دوسرے کا''۔

استدلال : اس آیت سے ثابت ہوا کہ امام کی قراءۃ سورۃ فاتحہ مقتدی کو کفایت نہیں کرسکتی کیونکہ ایک آدمی کا بوجھ دوسرا کیسے اٹھا سکتا ہے۔

جواب : اس آیت سے استدلال نہایت کمزور ہے کیونکہ جس طرح امام سورۃ فاتحہ کی قراءۃ میں مقتدی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تو ما زاد علی الفاتحہ، سترہ اور سہو میں بھی امام کو مقتدی کا بوجھ نہیں اٹھانا چاہیے۔ ان صورتوں میں امام کیوں مقتدی کا بوجھ اٹھاتا ہے؟

﴿احادیثِ مرفوعہ﴾

(۱) حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

وعن عائشة : ان رسول الله ﷺ قال : كل صلوة لا يقرأ فيها بام القرآن فهي خداج فهي خداج. رواه الطبراني في الصغير وفيه ابن لهيعة وفيه كلام. (مجمع الزوائد ٢٨٦/٢، ط:دار الفكر،بيروت)

جواب : اس روایت سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس کی سند میں ''عبداللہ بن لہیعہ'' ہیں ان کے بارے میں ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **كان ضعيفا لا يحتج بحديثه** امام ابوزرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **كان لا يضبط** امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **تركه ابن مهدی ويحیٰ ابن سعيد ووكيع** امام ابواحمد حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **ذاهب الحديث** امام عبدالکریم ابن عبدالرحمٰن النسائی

رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **لیس بثقة.**

(تهذیب التهذیب ۲۲۹/۳،ط:دار الفکر،بیروت)

نیــــز یہ منفرد کے بارے میں ہے نہ کہ مقتدی اور امام کے بارے میں جیسا کہ مسلم کی روایت کے ذیل میں یہ تفصیل سے گزرا۔

(۲) حدیثِ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

عن نافع عن ابن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال : من صلى صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهى خداج غير تمام.

(كتاب القراءة للبيهقى ، رقم الحديث: ۸۵ باب سياق رواية من تابع ابا هريرة الخ)

جواب : اس کی سند میں "محمد بن حمیر" ہے جس کے بارے میں ابو حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **يكتب حديثه ولا يحتج به،ونقل ابن الجوزى فى الموضوعات عن يعقوب بن سفيان أنه قال : ليس بالقوى.**

(تهذیب التهذیب ۸۲/۵،ط:دار المعرفة،بیروت)

اور دوسرے راوی "عبد اللہ ابن عمر العمری" ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: **ضعيف.** (تقریب ۵۱۶/۱،ط:دار الکتب العلمیة،بیروت)

وقال الفلاس : كان يحيى القطان لا يحدث عنه وقال النسائى وغيره ليس بالقوى، وقال ابن المدينى : عبد الله ضعيف.

(میزان الاعتدال ۳۵۷/۲،ط:دار الفکر،بیروت)

(۳) حدیثِ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : كل صلوة لا يقرأ فيها بام القرآن فخدجة فخدجة فخدجة. رواه الطبرانى فى الاوسط وفيه :سعيد بن سليمان النشيطى،قال ابوزرعه : نسأ الله السلامة ليس بالقوى.

(مجمع الزوائد ۲۸۶/۲،ط:دار الفکر،بیروت)

جواب : اس کی سند میں ''سعید بن سلیمان النشیطی'' راوی ہیں ان سے متعلق ابوزرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :لیس بالقوی اور ابوحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :فیه نظر اور ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:لا احدث عنه. (میزان الاعتدال ۱۱۴/۲، ط: دارالفکر، بیروت)

اوردوسرے راوی ''عبدالوہاب بن عطاء'' سے متعلق ساجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:صدوق لیس بالقوی عندھم اورنسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:لیس بالقوی اورابوحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:ولیس عندھم بقوی فی الحدیث.(تھذیب التھذیب ۵۰۵/۳،ط:دار المعرفة ، بیروت) نیز بعض کی سند ''عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده'' ہے جس کے بارے میں مکمل تفصیل التعلیق الحسن علی آثارالسنن (ص:۹۷،ط:رحمانیہ) میں ملاحظہ فرمائیں۔

(٤) حدیثِ ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن سعید بن أبی سعید المقبری عن أبی ھریرة قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : الرکعتان اللتیان لا یقرأ فیھما خداج فقال رجل : یا رسول الله أرأیت إن لم یکن معی إلا أم القرآن قال : ھی حسبک ھی السبع المثانی. (کتاب القراءة للبیھقی ، رقم الحدیث:۱۴ باب الدلیل علی ان لا صلوة الخ)

جواب: اولاً:اس کی سند میں ''ابراہیم بن فضل'' راوی ہیں ان سے متعلق امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:ضعیف الحدیث لیس بقوی فی الحدیث اورابو زرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :ضعیف امام ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :فاحش الخطأ،امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:متروک.

(تھذیب التھذیب ۱۵۹/۱،۱۶۰ ط:دار المعرفة،بیروت)

ثانیاً:اس روایت میں لفظِ ''حسبک''صرف کفایت پر دال ہے جبکہ فریقِ ثانی اس کے وجوب اور رکنیت کے مدعی ہیں۔

(٥) حدیث ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حدثنا یوسف أبوعنبسة خادم أبی أمامة قال : سمعت أبا أمامة یقول : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من لم یقرأ خلف الإمام فصلاته خداج.

(کتاب القراء ة للبیهقی ،رقم الحدیث:١٣٧ باب ذکر الشواهدالتی تشهد الخ)

جواب : اولاً:اس کی سند میں ''سلیمان بن سلمہ الحمصی '' ہیں ان سے متعلق ابن جنید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :کان یکذب امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:لیس بشیء امام خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:مجهول.

(میزان الاعتدال ٢/١٦٤ ط،:دار الفکر،بیروت)

ثانیاً:اس میں مطلق قراءۃ کا ذکر ہے سورۃ فاتحہ کا ذکر نہیں تو یہ روایت ''مازادعلی الفاتحۃ'' کو بھی شامل ہے جبکہ فریقِ مخالف بھی اس کا قائل نہیں۔

(٦) ایک دیہاتی شخص کی حدیث :

وعن رجل من اهل البادیة : عن ابیه وکان ابوه اسیرا عند رسول الله ﷺ قال : سمعت محمدا یقول : لا تقبل صلاة لا یقرأ فیها بام الکتاب.

جواب : اس کی سند میں خود دیہاتی شخص مجہول ہے۔علامہ ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وفیه رجل لم یسم.(مجمع الزوائد ٢/٢٨٧،ط:دار الفکر ،بیروت)

(٧) حدیث مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

وعن مهران : عن رسول الله ﷺ قال : من لم یقرأ بام الکتاب فی صلاته فهی خداج.

جواب : اس کی سند میں میں ''عبدالرحمٰن بن سوار'' مجہول ہے۔علامہ ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : رواه الطبرانی فی الاوسط وقال : لا یروی عن مهران الا بهذا الاسناد قلت : وفی اسناده جماعة لم اعرفهم.(مجمع الزوائد ٢/٢٨٦،ط:دار الفکر،بیروت)

(۸) حدیثِ جابر بن عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

كل صلاة لا يقرأ فيها بام القرآن فهى خداج الا ان يكون وراء الامام.

(دار قطنی : ۱۲۴ ،بحواله احسن الكلام ۲/۶۸)

جواب : اولاً: اس کی سند میں ''یحییٰ بن سلام'' ضعیف راوی ہیں۔

ان کے بارے میں میزان الاعتدال میں ہے :**ضعفه دار قطنی وقال ابن عدی:یکتب حدیثه مع ضعفه.** (میزان الاعتدال ۴/۳۴۷،ط:دار الفکر ،بیروت)

ثانیاً:اس میں ''**الا ان یکون وراء الامام**'' کا استثناء بھی ہے جو فریقِ ثانی کے دعویٰ کے سراسر خلاف ہے۔

تنبیہ : ان آٹھ احادیث میں بدوں فاتحہ نماز پڑھنے کو خداج اور ناقص کہا گیا ہے، لیکن اولاً: تو یہ سب روایات ضعیف ہیں،ثانیاً: روایاتِ خداج میں بیس سے زائد حدیثیں ایسی ہیں جن میں ''**الا صلوة خلف الامام**'' کا استثناء موجود ہے لہٰذا ان کے پیشِ نظر ان احادیث کا تعلق منفرد سے ہوگا نہ کہ مقتدی سے۔

(۹) حدیثِ عبادة بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن عبادة بن الصامت قال : كنا خلف رسول الله ﷺ فى صلوة الفجر فقرأ رسول الله ﷺ فثقلت عليه القراءة فلما فرغ قال لعلكم تقرؤون خلف امامكم قلنا نعم هذا يا رسول الله ﷺ قال لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم يقرأبها.

(ابو داؤد ۱/۱۱۹ ،ط:میر محمد کتب خانه، ترمذی ۱/۵۷،ط: سعید)

مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر یہ حدیث ضعیف اور نا قابلِ حجت ہے :

وجہ نمبر۱ : اس کی سند میں '' محمد بن اسحٰق'' متکلم فیہ ہیں، ان سے متعلق امام مرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:**لیس بالقوی** اور امام ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

ضعیف امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لیس بالقوی.

(تہذیب التہذیب ۲۸/۵، ط: دار الفکر بیروت)

اسی طرح امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قدری معتزلی اور سلیمان تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کذاب امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لا یحتج به.

(میزان الاعتدال ۴۵۳/۳، ط: دار الفکر، بیروت)

وجہ نمبر۲: ایک راوی ''نافع بن محمود'' مجہول ہے۔ان کے بارے میں ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نافع مجهول. (تهذیب التهذیب ۵۸۸/۵، ط: دار المعرفة، بیروت) اسی طرح ابوعمر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجهول. (الجوهر النقی ۱۶۵/۲، ط: اداره تالیفاتِ اشرفیه)

وجہ نمبر۳: روایت میں اضطراب ہے۔تفصیل کے لیے احسن الکلام ۱۰۸/۲ اور التعلیق الحسن ۴۹، ط: رحمانیہ، ملاحظہ فرمائیں۔

وجہ نمبر۴: موقوف ہے مرفوع نہیں۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وضعفهٔ ثابت بوجوه وانما هو قول عبادة بن الصامت.

(تنوع العبادات ۸۶، بحواله احسن الکلام ۱۱۰/۲)

وجہ نمبر۵: ''الا بأم القرآن'' کا استثناء ضعیف ہے۔(احسن الکلام ۱۱۱/۲)

وجہ نمبر۶: ''خلف الامام'' کا لفظ مدرج ہے۔(فتح الملہم ۳۶۱/۳، ط: دار العلوم کراچی، آثار السنن ۹۳، ط: رحمانیہ، اعلاء السنن ۱۱۱/۴، ط: ادارۃ القرآن)

(۱۰) حدیثِ محمد بن عائشہ بواسطہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن محمد بن ابی عائشة عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال قال رسول الله ﷺ لعلکم تقرون والامام یقرأ قالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا الا ان یقرأ أحدکم بفاتحة الکتاب. (السنن الکبریٰ ۱۶۶/۲، ط: اداره تالیفاتِ اشرفیه)

جواب : اس کی سند میں ''ابراہیم بن ابی اللیث'' ضعیف اور متکلم فیہ ہے، ان کے بارے میں میزان الاعتدال میں ہے: **متروک الحدیث،قال صالح جزرة : کان یکذب عشرین سنة واشکل امره علی احمد وعلی حتی ظهر بعده......وقال زکریا الساجی:متروک.قال ابن معین : ثقة،لکنه احمق.**

(میزان الاعتدال ۱/۸۰،ط:دار الفکر،بیروت)

دوسرے راوی ''ابوقلابہ'' جو غالی مدلس ہیں اور روایت ''عن'' سے کرتے ہیں ان سے متعلق میزان الاعتدال میں ہے: **ابو قلابة امام شهیر من علماء التابعین ،ثقة فی نفسه الا انه یدلس عمن لحقهم وعمن لم یلحقهم ،وکان له صحف یحدث منها ویدلس.(میزان الاعتدال ۲/۳۲۷،ط:دار الفکر،بیروت)**

(۱۱) حدیثِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن ابی قلابة عن انس بن مالک ان النبی ﷺ لما قضی صلاته اقبل علیهم بوجهه فقال اتقرؤون فی صلوتکم والامام یقرأ فسکتوا فقال لهم ثلاث مرات فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال فلا تفعلوا یقرأ احدکم بفاتحة الکتاب فی نفسه .(السنن الکبریٰ ۲/۱۶۶،ط:ادارة تالیفاتِ اشرفیه)

اولاً: تو اس کی سند میں وہی ''ابوقلابہ'' جو غالی مدلس ہے، ثانیاً: اس میں ''**فی نفسه**'' کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے، ''دل میں پڑھنا'' یعنی دل سے غور کرنا۔

(۱۲) حدیثِ ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابیه ان رسول الله ﷺ قال اتقرؤون خلفی قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب.

(السنن الکبریٰ ۲/۱۶۶،ط:اداره تالیفاتِ اشرفیه)

جواب : اس کی سند میں ''مالک بن یحییٰ'' کمزور اور ضعیف راوی ہے، ان کے

بارے میں میزان الاعتدال میں ہے:تکلم فیه ابن حبان وقال البخاری : فی حدیثه نظر.(میزان الاعتدال ٣/٤١٦،ط:دار الفکر،بیروت)

(١٣) امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "کتاب القراءة" میں باب قائم کیا ہے کہ مقتدیوں کو ممانعت نفسِ قراءة سے نہیں بلکہ ان کو جہر سے ممانعت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی اور اس میں جہر (بلند آواز) سے قراءة کی،آپ ﷺ نے فرمایا:یا ابن حذافة ! لا تُسمعنی وأسمع الله.

عن أبی هریرة أن عبد الله بن حذافة صلی فجهر بالقراءة فقال له النبی ﷺ : یا ابن حذافة لا تسمعنی وأسمع الله.(السنن الکبری للبیهقی ٢/١٦٢،ط: اداره تالیفات اشرفیه،کتاب القراءة للبیهقی باب ما یستدل به علی ان النبی الخ،رقم الحدیث:١١٤)

جواب : اس روایت سے بھی استدلال باطل ہے کیونکہ اس کی سند میں "نعمان بن راشد" راوی ضعیف ہیں،امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:فی حدیثه وهم کثیر اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:مضطرب الحدیث روی مناکیر. ابن معین،امام ابوداؤد،اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:ضعیف.(میزان الاعتدال ٤/٢٤٤،ط:دار الفکر،بیروت)

نوٹ : مندرجہ بالا روایات مرفوعہ کی تفصیلات اور ان پر مفصل جرح "احسن الکلام جلد دوم، باب دوم" میں ملاحظہ ہو۔

آثارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(١) اثرِ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن یزید بن شریک قال سألت عمر بن الخطاب اقرأ خلف الامام قال نعم قلت وان قرأت یا امیر المؤمنین قال وان قرأت، انتهی.(التعلیق الحسن ١٠١،ط:رحمانیه)

یزید بن شریک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا،

کیا میں امام کے پیچھے قراءۃ کروں؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! میں نے کہا: اگر چہ آپ قرائۃ کریں اے امیر المؤمنین؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں! اگر چہ میں قراءۃ کروں۔

جواب: اس اثر سے استدلال ان دو وجوہ کی بناء پر درست نہیں۔

وجہ نمبر ۱: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اثر میں یہ بھی آیا ہے "کوئی نماز صحیح نہیں مگر یہ کہ اس میں فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھا جائے" اور ظاہر ہے اس صورت میں یہ مقتدی کو بالاتفاق شامل نہ ہوگی۔ اسی طرح اس میں "**اقرأ فی نفسک**" کے الفاظ ہیں، جس کا معنی دل میں پڑھنے کا آتا ہے۔

اثر ملاحظہ ہو:

ابن المنتشر قال سمعت ابی یقول سمعت عبایة رجلاً من بنی تمیم قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لا صلوة الا بفاتحة الکتاب ومعها، قال قلت ارأیت اذا کنت خلف الامام قال اقرأ فی نفسک .

(السنن الکبریٰ ۲/۱۶۷، ط:ادارہ تالیفات اشرفیه)

وجہ نمبر ۲: سوال میں قراءۃ کا ذکر ہے جو کہ فریقِ مخالف کے نزدیک "**ما زاد علی الفاتحه**" کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا یہ جب خود فریقِ مخالف کے ہاں فاتحہ کو شامل ہی نہیں تو اس سے استدلال کیسے درست ہوگا؟

(۲) اثرِ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن یزید بن زریع عن معمر عن الزهری عن عبیدالله بن ابی رافع عن علی انه کان یامر أو یحث ان یقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحة الکتاب وسورة وفی الرکعتین الاخریین بفاتحة الکتاب. (السنن الکبریٰ ۲/۱۶۸، ط:ادارہ تالیفات اشرفیه)

جواب: یہ اثر بھی تین وجوہ کی بنا پر قابلِ استدلال نہیں۔

اولاً اس کی سند میں "سفیان بن حسین" ضعیف راوی ہے، ان سے متعلق یعقوب بن

شیبہ فرماتے ہیں :فی حدیثه ضعف. (تهذيب التهذيب ۳۵۴/۲،ط:دار المعرفة،بيروت)

اسی طرح ان سے متعلق امام نیموی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :فيه سفيان بن حسين عن الزهری وهو فی الزهری ضعيف. (التعليق الحسن ۱۰۱،ط:رحمانيه)

ثانیاً: اس میں ظہر اور عصر یعنی سری نمازوں کی تخصیص ہے جبکہ فریق مخالف خود اس کا قائل نہیں۔

ثالثاً: اس میں فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور پڑھنے کا حکم بھی ہے جبکہ فریقِ مخالف فاتحہ کے سوا پڑھنے کو مقتدی کے لیے حرام سمجھتے ہیں۔

(۳) اثرِ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن ابی جعفر الرازی عن ابی سنان عن عبد الله بن ابی الهذيل قال سألت ابی بن كعب اقرأ خلف الامام قال نعم. (السنن الكبرىٰ ۱۶۹/۲،ط:اداره تاليفات اشرفيه)

جواب : اس کی سند میں ''ابو جعفر الرازی'' ضعیف ہے۔ان سے متعلق امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:ليس بالقوی.

(ميزان الاعتدال ۳۰۸/۳،ط : دار الفكر،بيروت)

اور دوسری سند میں ''زیاد بکائی'' راوی کمزور اور ضعیف ہے۔ان سے متعلق ابن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:ضعیف اور ابوحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:لا يحتج به. (ميزان الاعتدال ۷۲/۲،ط:دار الفكر،بيروت)

(٤) اثرِ عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

وعن الهذيل بن شرحبيل عن ابن مسعود انه قرأ فی العصر خلف الامام فی الركعتين الاوليين بأم القرآن و سورة. (جزء القراءة للبيهقی ، باب ذكر مايؤثر عن اصحاب النبی المصطفی ﷺ،رقم الحديث:۱۷۳)

جواب : اس کی سند میں ایک ''راوی لیث بن ابی سلیم'' ضعیف ہے ان سے متعلق ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ضعیف اور ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:وكان ضعيفا فی الحديث. (تهذيب التهذيب ۵۸۵/۴،۵۸۶،ط:دار المعرفة،بيروت)

اور دوسرے راوی ''عبد الرحمٰن بن ثروان'' بھی ضعیف ہیں،ان سے متعلق ابو حاتم

رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لیس بقوی اور امام عقیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۳/۳۲۹، ط: دار المعرفۃ، بیروت)

نیز اس میں عصر کی تخصیص ہے جبکہ فریقِ مخالف کے نزدیک یہ حکم سب نمازوں کو عام ہے نیز اس میں فاتحہ کے ساتھ کسی اور سورۃ کا بھی ذکر ہے جبکہ فریقِ مخالف مقتدی کے لیے اس کو ضروری نہیں سمجھتے۔

(۵) اثرِ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن عمر بن ابی سحیم قال کان عبد الله بن مغفل المزنی صاحب رسول الله ﷺ یعلمنا أن نقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحة الکتاب وسورة وفی الاخریین بفاتحة الکتاب. (السنن الکبریٰ ۲/۱۷۱، ط: ادارة تالیفات اشرفیه)

جواب: اس سے استدلال تین وجوہ سے درست نہیں:

اولاً: اس لیے کہ اس کی سند میں "عمر بن ابی سحیم" راوی مجہول ہے، ان سے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **لایعرف لیحیی بن ابی اسحاق الحضرمی عنه حدیث.** (میزان الاعتدال ۳/۱۹۳، ط: دار الفکر بیروت)

ثانیاً: اس سے ظہر و عصر کی سری نمازوں کا ثبوت ملتا ہے جبکہ فریقِ مخالف کا دعوی تمام نمازوں میں ہے۔

ثالثاً: اس میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور سورتوں کی قراءۃ کا بھی ذکر ہے جبکہ فریقِ مخالف مقتدی کے لیے دوسری سورتوں کی قراءۃ جائز نہیں مانتے۔

(٦) اثرِ ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن ابی نصرة قال سألت ابا سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن القراء ة خلف الامام فقال بفاتحة الکتاب. (السنن الکبریٰ ۲/۱۷۰، ط: اداره تالیفات اشرفیه)

جواب: اس کی سند میں ''عوام بن حمزہ'' راوی ضعیف ہے، ان سے متعلق یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **ليس حديثه بشئ** اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **له احاديث مناكير**. (الجوهر النقى ۲/۱۷۲، ط: اداره تاليفات اشرفيه)

(۷) اثرِ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن ثابت عن انس قال كان يأمرنا بالقراء ة خلف الامام قال وكنت اقوم إلى جنب انس فيقرأ بفاتحة الكتاب وسورة من المفصل ويسمعنا قراء ته لنا خذ عنه كذا قال ورواه ابن خزيمة في كتاب القراء ة خلف الامام عن احمد بن سعيد الدارمي عن النضر عن العوام قال وهو ابن حمزة.

(السنن الكبرىٰ ۲/۱۷۰، ط: ادارة تاليفات اشرفيه)

جواب: ایک تو اس کی سند میں بھی وہی ''عوام بن حمزہ'' ضعیف راوی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں فاتحہ کے علاوہ کسی اور مفصل سورۃ کا بھی ذکر ہے، جس کے فریقِ مخالف خود بھی قائل نہیں۔

(۸) اثرِ عبد الله بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

عن حصين قال سمعت مجاهدا قال سمعت عبد الله بن عمرو يقرأ في الظهر والعصر خلف الامام. (السنن الكبرىٰ ۲/۱۶۹، ط: اداره تاليفات اشرفيه)

جواب: اس سے استدلال دو وجوہ سے درست نہیں:

اولاً: اس کی سند میں ''حصین'' راوی ہے جس کا حافظہ آخر عمر میں خراب ہو گیا تھا، ان سے متعلق ابو حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **صدوق ثقة في الحديث وفي آخر عمره ساء حفظه**. (تهذيب التهذيب ۱/۶۰۹، ط: دار المعرفة، بيروت)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: **تغير حفظه في الآخر.**

(تقريب التهذيب ۱/۲۲۲، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

ثانیاً: اس میں ظہر اور عصر کی قید ہے، جبکہ فریقِ مخالف کا دعویٰ ساری نمازوں میں سورۃِ فاتحہ کی قراءت کا ہے۔

(۹) اثرِ جابر بن عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

عن یزید الفقیر عن جابر بن عبد الله قال کنا نقرأ فی الظهر والعصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بفاتحة الکتاب وسورة وفی الاخریین بفاتحة الکتاب. (السنن الکبریٰ ۲/۱۷۰، ط:اداره تالیفات،اشرفیه)

جواب : اس سے استدلال تین وجوہ سے درست نہیں :

اولاً: تو اس کی سند میں ''سعید بن عامر'' ہیں جن کی حدیث میں بعض غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور کبھی وہم کا شکار بھی ہو جاتے ہیں، ان سے متعلق ابو حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **ربما وهم.** (تقریب التهذیب ۱/۳۵۷،ط:دار الکتب العلمیة بیروت) اور خزرجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''الخلاصة'' میں نقل کیا ہے کہ ابو حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فی حدیثه بعض الغلط.** (التعلیق الحسن ص: ۱۰۲،ط:رحمانیه)

ثانیاً: ظہر وعصر کی قید ہے۔ ثالثاً: فاتحہ کے علاوہ سورتوں کا بھی ذکر ہے۔

(۱۰) اثرِ عبد الله بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

عن إسماعیل بن أبی خالد ثنا الفراء بن حرب قال : سمعت ابن عباس یقول : اقرأ خلف الإمام بفاتحة الکتاب وهذا إسناد صحیح لا غبار علیه. (کتاب القراءة للبیهقی، باب ذکر اخبار یحتج بها من زعم ان لا قراءة خلف الامام، رقم الحدیث: ۳۷۹)

جواب :اس کی سند میں ''مروان بن معاویہ الفزاری'' ہے جو کہ راویوں کے نام بدلنے، تدلیس کرنے اور مجہول راویوں سے روایت کرنے کے عیب میں مبتلا تھے، ان سے متعلق آجری رحمہ اللہ تعالیٰ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں: **کان یقلب الاسماء.** (تهذیب التهذیب ۵/۳۸۸،ط:دار المعرفة،بیروت) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وکان یدلس اسماء الشیوخ.** (تقریب التهذیب

۱۷۲/۲،ط:دار الکتب العلمیة،بیروت) اورامام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : واللہ ما رایت احیل للتدلیس منه اورابوحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :ویکثر روایته عن الشیوخ المجھولین.(تھذیب التھذیب ۳۸۸/۵،ط:دار المعرفة،بیروت)

(۱۱) اثرِابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن حسان بن عطیة ان ابا الدرداء قال لا یترک قراء ة فاتحة الکتاب خلف الامام جھر أو لم یجھر. (السنن الکبریٰ ۱۷۰/۲،ط:اداره تالیفات اشرفیه)

جواب : اس کی سند میں ’’ولید بن مسلم (عن الاوزاعی)‘‘ ہے اور یہ مدلس ہے،ان سے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:**ثقة لکنه کثیر التدلیس والتسویة.**(تقریب التھذیب ۲۸۹/۲،ط:دار الکتب العلمیة،بیروت)

(۱۲) اثرِعمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حدثنا الحسن حدثنی عمران بن حصین قال : لا تزکو صلاة مسلم إلا بطھور ورکوع وسجود وفاتحة الکتاب وراء الإمام وغیر الإمام.

(کتاب القراء ة للبیھقی ، باب ذکر ما یؤثر عن اصحاب النبی المصطفی ﷺ ، رقم الحدیث:۱۹۸)

جواب : اس کی سند میں ’’زیاد بن ابی زیاد الجصاص‘‘ راوی ضعیف ہے،ان سے متعلق حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :**ضعیف.**

(تقریب التھذیب ۳۲۰/۱،ط:دار الکتب العلمیة،بیروت)

اورامام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:**قلت : بل ھو مجمع علی ضعفه.**

(میزان الاعتدال ۷۱/۲،ط:دار الفکر،بیروت)

(۱۳) اثرِھشام بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن حمید بن ھلال ان ھشام بن عامر قرأ فقیل له اتقرأ خلف الامام قال انا لنفعل. (السنن الکبریٰ ۱۷۰/۲،ط:اداره تالیفات اشرفیه)

جواب : اولاً: اس کی سند میں ''ابو بحر البر بہاری'' جیسا کذاب راوی ہے، ان سے متعلق علامہ برقانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **كان كذابا.**

(ميزان الاعتدال ۴۹۹/۳، ط:دار الفكر، بيروت)

ثانیاً: اس اثر میں مطلق قراءۃ کا ذکر ہے، سورۃ فاتحہ کا نہیں جبکہ فریقِ ثانی کا دعویٰ صرف سورۃ فاتحہ کی قراءۃ کا ہے، تو یہ ان کی دلیل نہیں بن سکتی۔

(۱۴) اثرِ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن ابى الفيض قال سمعت ابا شهبة المهرى يقول سأل رجل معاذ بن جبل عن القراء ة خلف الامام قال إذا قرأ فاقرأ بفاتحة الكتاب وقل هو الله احد وإذا لم تسمع فاقرأ فى نفسك لا تؤذى من عن يمينك ولا من عن شمالك. (السنن الكبرىٰ ۱۶۹/۲، ط:اداره تاليفات اشرفيه)

جواب: اولاً: تو اس میں ''احمد بن محمود'' وغیرہ کئی ضعیف راوی ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سند کے متعلق جس میں ''احمد بن محمود'' ہے، لکھتے ہیں: کہ سند باطل ہے اور اس سند کے راوی ضعیف ہیں۔ دار قطنی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مجہول ہے۔

(لسان المیزان ۳۱۴/۶، بحوالہ احسن الکلام ۱۵۳/۲)

ثانیاً: اس میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ اخلاص کا بھی ذکر ہے۔

(۱۵) اثرِ عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

قال ابن جريج وحدثنى ابن شهاب عن سالم أو ابن عمر كان ينصت للإمام فيما يجهر فيه من الصلاة ولا يقرأ معه.

(كتاب القراء ة للبيهقى، باب ذكر ما يؤثر عن اصحاب النبى المصطفى ﷺ، رقم الحديث:۲۸۷)

جواب : اولاً: اس کی سند میں ''ابن جریج'' جیسے مدلس (اور ۷۰ عورتوں سے متعہ

کرنے والا) راوی ہے، ان سے متعلق میزان الاعتدال میں ہے: احد الاعلام الثقات، یدلس وهو فی نفسه مجمع علی ثقته مع کونه قد تزوج نحوا من سبعین امرأة نکاح المتعة، کان یری الرخصة فی ذلک.

(میزان الاعتدال ۲/۵۰۹، ط: دار الفکر، بیروت)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: کان یدلس ویرسل.

(تقریب التہذیب ۱/۶۱۷، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت)

ثانیاً: اس میں جہری نمازوں میں انصات کی تصریح ہے جو کہ فریقِ مخالف کے خلاف ہے۔

(۱۶) اثرِ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن محمود بن الربیع قال سمعت عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقرأ خلف الامام فقلت له تقرأ خلف الامام فقال عبادة لا صلوة الا بقراءة.

(السنن الکبریٰ ۲/۱۶۸، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ)

جواب: حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صنیع اور عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قراءۃ خلف الامام کا درجہ صرف استحباب کا ہے یہ کوئی فرض، واجب اور رکن نہیں جس کے چھوٹ جانے سے نماز باطل اور بیکار ہو جاتی ہے، لہٰذا یہ اثر بھی فریقِ مخالف کے لیے مفید نہیں کیونکہ یہ لوگ فرضیت اور رکنیت کے قائل ہیں کہ اس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، احسن الکلام ۲/۱۵۶، ۱۵۷)

تنبیہ: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذکورہ تمام آثار اولاً: تو سنداً ہی صحیح نہیں، ثانیاً: ان میں اکثر میں سری نمازوں کی قید ہے، ثالثاً: اکثر میں "مازاد، ماتیسر، فصاعداً اور "سورتین" وغیرہ کا اضافہ بھی موجود ہے، لہٰذا یہ آثار ان کے مستدل ہر گز نہیں بن سکتے۔

﴿آثارِ تابعین وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ﴾

(۱) اثرِ مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ:

عن ابن جابر وسعيد بن عبد العزيز و عبد الله بن العلاء قالوا كان مكحول يقول اقرأ في المغرب والعشاء والصبح بفاتحة الكتاب في كل ركعة سرا قال مكحول اقرأ بها فيما جهر بها الامام إذا قرأ بفاتحة الكتاب وسكت سرا وان لم يسكت قرأتها قبله ومعه وبعده لا تتركنها على حال.

(السنن الكبرىٰ ۲/۱۷۱،ط:اداره تاليفات اشرفيه ، سنن ابى داؤد ۱/۱۲۰،ط:مير محمد)

جواب : یہ دو وجہ سے قابلِ التفات نہیں :

(۱) نصِ قرآنی اور احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔

(۲) اس میں سکتہ کا بھی ذکر ہے جس کی کوئی گنجائش نہیں، نیز امام کے ساتھ ساتھ جہری نماز میں پڑھنا منازعت اور مخالجت کا موجد ہے جو کہ مردود ہے۔

(۲) اثرِ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ :

عن هشام بن عروة عن أبيه أنه قال : يا بني اقرأوا في سكتة الإمام ؛ فإنه لا تتم صلاة إلا بفاتحة الكتاب وفي رواية أبي عبد الله : يا بني اقرأوا فيما سكت فيه الإمام واسكتوا فيما جهر به الإمام وقال : يا بني لا تتم صلاة لأحد من الناس لا يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعدا مكتوبة ولا سبحة.

(كتاب القراءة للبيهقى ، باب ذكر ما يؤثر عن اصحاب النبى المصطفى ﷺ ، رقم الحديث:۲۰۵)

جواب : **اولاً**: اس کی سند میں "محمد بن العباس" اور "احمد بن سوید" دونوں مجہول ہیں، (ان دونوں راویوں سے متعلق تفصیل احسن الکلام ۲/۱۶۰،۱۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں) نیز اس میں "فصاعداً" کا بھی ذکر ہے، حالانکہ فریقِ ثانی فصاعدًا وغیرہ کی زیادت پر عمل پیرا نہیں ہے بلکہ ما زاد کو جائز ہی نہیں سمجھتا۔

ثانیاً: اس میں خلف الامام کا لفظ نہیں، اور سبحة (نفلی نماز) کا لفظ اس امر کا قوی قرینہ ہے کہ یہ اثر منفرد کے حق میں ہے۔

(۳) اثرِ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ:

عن الحسن انه کان یقول اقرأ خلف الامام فی کل صلوۃ بفاتحۃ الکتاب فی نفسک. (السنن الکبریٰ ۲/۱۷۱، ط:ادارۃ تالیفات اشرفیہ)

جواب: اس کی سند میں ''محمد بن العباس'' مجہول راوی ہے نیز اس میں ''فی نفسک'' کا لفظ آیا ہے جس کا معنی دل میں پڑھنا ہے۔

(٤) اثرِ شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ:

مالک بن مغول قال سمعت الشعبی یحسن القراءۃ خلف الامام. (السنن الکبریٰ ۲/۱۷۲، ط:ادارۃ تالیفات اشرفیہ)

جواب: اس کی سند میں ''ابو بحر بربہاری'' جیسا کذاب ہے، امام برقانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کان کذاباً. (میزان الاعتدال ۳/۴۹۹، ط: دار الفکر، بیروت)

نیز اس میں مطلق قراءۃ کا ذکر ہے۔

(۵) اثرِ اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ:

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند کے ساتھ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں:

کان الأوزاعی یقول: یحق علی الإمام أن یسکت سکتۃ بعد التکبیرۃ الأولی استفتاح الصلاۃ وسکتۃ بعد قراءۃ فاتحۃ الکتاب لیقرأ من خلفہ بفاتحۃ الکتاب فإن لم یمکن قرأ معہ بفاتحۃ الکتاب إذا قرأ بھا وأسرع القراءۃ ثم استمع. (کتاب القراءۃ للبیہقی، باب ذکر ما یؤثر عن اصحاب النبی المصطفی ﷺ، تحت رقم الحدیث: ۲۱۵)

کہ انھوں نے فرمایا کہ امام کو سورۃ فاتحہ کی قراءۃ کے بعد سکوت کرنا چاہیے تاکہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لے اور اگر وہ سکوت نہ کرے تو **قرأ معہ بفاتحۃ الکتاب اذا قرأ بھا واسرع القراءۃ ثم استمع.** اس کے ساتھ ساتھ سورۃ فاتحہ کی قراءۃ کر لی جائے اور جلدی سے قراءۃ کر لینے کے بعد پھر استماع اور توجہ کیجیے۔

جواب: یہ صرف استحباب کے قائل تھے جبکہ یہاں دعویٰ فرضیت کا ہے۔ (تفصیل

کے لیے احسن الکلام ۱۶۲/۲ ملاحظہ فرمائیں)۔

(٦) اثرِ مجاهد رحمہ اللہ تعالیٰ:

قال مجاهد : إذا لم يقرأ خلف الإمام أعاد الصلاة.

(جزء القراء ة للبخاری، باب وجوب القراء ة للامام والمأموم وادنی مایجری من القراء ة)

جواب : اولاً: تو اس کی سند کا کوئی پتہ نہیں، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی سند نقل نہیں کی اور بغیر سند کے ایسا سنگین حکم کون سنتا ہے۔ (احسن الکلام ۱۶۳/۲)

ثانیاً: اس میں مطلق قراءۃ کا ذکر ہے۔

(۷) اثرِ قاسم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ :

عن القاسم بن محمد قال كان ابن عمر لا يقرأ خلف الامام جهر أو لم يجهر وكان رجال ائمة يقرؤون وراء الامام. (السنن الکبریٰ ۱۶۱/۲، ط:اداره تالیفات،اشرفیه)

جواب : اس کی سند میں ''اسامہ''ضعیف راوی ہے،ان سے متعلق امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، **لیس بالقوی** اور امام آجری رحمہ اللہ تعالیٰ ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں: **ضعيف قليل الحديث.** (تهذيب التهذيب ۱۹۴/۱ ،ط:دار المعرفة،بيروت)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ تقریب میں لکھتے ہیں **ضعيف من قبل حفظه.**

(تقريب التهذيب ۷۵/۱،ط:دار الكتب العلمية،بيروت)

نیز اس میں فاتحہ کی کوئی تخصیص نہیں۔

نوٹ : ان آثار کے علاوہ دوسرے آثار انتہائی ضعیف ہیں اس وجہ سے ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

الحاصل : ہم نے جن روایات وآثار سے استدلال کیا ہے اس میں پچانوے فیصد راوی ثقہ ہیں اور صرف پانچ فیصد پر معمولی سا کلام ہے جبکہ جمہور کے خلاف روایات و آثار کے پچانوے فیصد راوی ضعیف اور مجہول وغیرہ ہیں اور پانچ فیصد ثقہ ہیں، لیکن جرح سے کوئی خالی نہیں۔